آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ✤ لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۹ | بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۰ء | نمبر ۱۲

چندہ سالانہ

فہرست مضامین

عوام سے [illegible]
طلبا سے عہ

ینابیع الاسلام پر ریویو حصہ پنجم ۴۴۱ - ۴۷۳

ماہوار رپورٹ - ۴۷۳ - ۴۷۹

نوٹ اور رائیں - ۴۷۹ - ۴۸۰

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ - دسمبر ۱۹۱۰ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

مصدقہ حضرت خلیفۃ المسیح شاہی طبیب حاذق مولوی حکیم نورالدین صاحب کا مجربہ

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ

خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے آنکھیں بڑی نعمت ہیں اور آجکل کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے ہیں کہ عام طور پر لوگ آنکھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہیں نوجوانوں کو دیکھو وہ بھی عینک لگائے پھرتے ہیں اور ضعفِ نظر کی عام شکایت ہے میں نے بڑی محنت سے اصلی ممیرا جو امراض چشم کے لیئے مسلّم مفید چیز ہے حاصل کیا ہے اسکے اصل ہونے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تصدیق فرمائی حضرت مسیح موعودؑ کا خاندان طبی لحاظ سے بھی ایک ممتاز خاندان ہے اور اس پہلو سے بھی آپ کی تصدیق بے نظیر ہے اور علاوہ بریں حضرت خلیفۃ المسیحؑ حکیم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تصدیق کی ہے کہ یہ اصلی ممیرا ہے ممیرا حاصل کرنیکے بعد میں نے حضرت مولوی صاحب کے مجرب اور ہزار ہا مریضانِ چشم پر آزمائے ہوئے سرمے کے نسخے آپ کی ہدایت کے موافق ترکیب دیکر طیار کیئے ہیں اور اب فائدہ عام کیلیئے مشتہر کرتا ہوں اور چونکہ یہ تین مختلف نسخے ہیں۔ اسلیئے ہر ایک کی قیمت جدا جدا ہے قیمت سرمہ اوّل قسم عار قسم دوم ۸ر قسم سوم عہ ر فی تولہ۔ قیمت ممیرا قسم اوّل ۵ر جسکو لوگ اڑھائی سو روپیہ فی تولہ فروخت کرتے ہیں قسم دوم ستے اگر اصلی ممیرا نہ ہو تو واپس کر کے قیمت لے لو۔

ست سلاجیت

مقوی جمیع اعضا۔ نافع صرع مشتہی طعام قاطع بلغم و ریاح دافع بواسیر جذام و استسقا و زردی رنگ و تنگی نفس و دق و شیخوخیت و فساد بلغم و قاتل کرم شکم مفتت سنگ گردہ و مثانہ و سلسل البول سیلان منی و یبوست و درد مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے بقدر دانہ نخود صبح کے وقت دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔ قیمت فی تولہ ۸ر

لنگیاں اور کلاہ:۔ ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری بادامی سیاہ سفید ماشی ریشمی سوتی کسری صافے سفید اور بادامی اور پشاوری ٹوپیاں اور زری جوتیاں ہر قسم کی اور ہر قیمت کی مل سکتی ہیں عا سے ۲۵ تک۔

حمائل خورد روسی ہدیہ عہ۔ اور شاہ رفیع الدین کا ترجمہ کلام اللہ چمڑے کی جلد قیمت عہ

المشتہر:۔ احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور۔ (پنجاب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ینابیع الاسلام پر ریویو حصہ پنجم

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝ (حشر ۲) تو سمجھتا ہے کہ ان میں باہم اتفاق ہے۔ حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ یہ ایک لایعقل قوم ہے

مسیحی معترضین کے مابین تنازع

میں گذشتہ حصہ میں مسیحی سرچشموں پر بحث کر چکا ہوں۔ اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اس بارہ میں خود مسیحی صاحبان میں اختلاف ہے۔ میں نے مسیحی سرچشموں کی بحث کے اثنا میں یہ دکھایا تھا کہ ہر ایک امر جو پادری ٹسڈل نے قرآنی تعالیم کا مسیحی سرچشموں کی طرف کھوج لگانے کے بارے میں بطور شہادت کے پیش کیا ہے۔ ولیم میور راڈویل۔ اور پروفیسر نول ڈیک نے اس کی تردید کی ہے۔ ان امور کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ جو صاحب دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس طرح بات بات میں ان صاحبان نے پادری جی کی تردید کی ہے وہ گذشتہ نمبر کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمالیں۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ ان صاحبان میں خود اتفاق نہیں۔ وہ سب ملکر پادری ٹسڈل کے بیانات سے اختلاف کرتے ہیں مگر جب ان کے بیانات کا ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے تو وہ خود بھی ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔

پادری ٹسڈل کے برخلاف راڈویل اور نولڈیک کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیحی مذہب کے متعلق اپنے معلومات کسی تحریری سرچشمے سے حاصل نہیں کیئے بلکہ جو حالات اور تعلیمات روایتی طور پر مسیحی مذہب کے متعلق ملک میں رائج تھیں وہی اسلامی تعالیم کا سرچشمہ ہیں۔ راڈویل کا بیان ہے کہ “اس بات کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مسیحی کتب تک رسائی ملی” یعنی آپ نے کسی مسیحی تحریر سے اپنے مضامین حاصل نہیں کیئے بلکہ اُن روایتی حالات سے جو ملک میں زبانی طور پر پھیلے ہوئے تھے قرآنی مضامین کے لیئے مصالح جمع کیئے۔ اسی طرح پروفیسر نولڈیک لکھتا ہے کہ “محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسی تحریری سرچشمہ کا استعمال نہیں کیا” اس طرح یہ دونوں صاحبان پادری ٹسڈل کے بیان کی تغلیط کرتے ہیں جو لکھتا ہے کہ بہت سی مسیحی کتب ملک عرب کے مسیحیوں کے پاس موجود تھیں جو ان کتابوں کو دن رات پڑھتے تھے اور اِن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر وقت نشست و برخاست رہتی تھی۔ مگر سر ولیم میور خود راڈویل اور پروفیسر نولڈیک کی رائے کی تردید کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ “بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی معلومات کسی تحریری سرچشمہ سے حاصل نہیں کیئے بلکہ نسلاً بعد نسلٍ مسیحی مذہب کے جو عقاید اور حالات اور تاریخی واقعات روایت کے طور پر ملک عرب کے مسیحیوں میں چلے آتے تھے قرآن مجید کے مضامین اُن سے اُخذ کیئے گئے مگر یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ اگر یہی روایتی واقعات قرآنی مضامین کا منبع ہوتے تو یہ اس غرض کے لیئے بالکل ناکافی تھے ہمارے پاس کوئی ثبوت اس بات کا موجود نہیں کہ مکّہ میں یا مدینہ میں اسقدر روایتی حالات مسیحی مذہب کے متعلق موجود تھے کہ اُن سے اُس قسم کے بیانات پوری تفصیل اور بسط کے ساتھ مرتّب ہو سکتے جیسے کہ قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں جو اناجیل اربعہ اور دیگر اناجیل کے مضامین کے ساتھ گہری مشابہت اور تفصیلی مطابقت رکھتے ہیں” (لائیف آف محمدؐ ۱۴۹—۱۵۰) خود مسیحی معترضین میں یہ اختلاف اس امر کی ایک واضح دلیل ہے کہ ان لوگوں کے پاس کوئی ثبوت اس بات کا موجود نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے

مسیحیوں سے قرآنی مضامین حاصل کیے کیونکہ اگر اِن کے پاس اس امر کا کوئی یقینی ثبوت موجود ہوتا تو ان میں باہم یہ اختلاف نہ ہوتا۔ ایک مسیحی معترض ایک رائے ظاہر کرتا ہے دوسرا اس کی تردید کرتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان کے ہاتھ میں کوئی یقینی ثبوت موجود نہیں۔ بعض اُن میں سے یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ عرب کے مسیحیوں کے پاس بہت سی مسیحی کتابیں اور اناجیل اپوکرفا موجود تھیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی مضامین اخذ کیے۔ مگر دوسرے اُٹھکر اس رائے کی تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ امر درست نہیں اور اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ کوئی مسیحی کتاب آپ کی رسائی میں تھی۔ بلکہ بات یہ ہے کہ آپنے قرآنی مضامین اُن روایتی حالات سے اخذ کیے جو زبانی طور پر عرب کے عیسائیوں میں پھیلے ہوئے تھے مگر میور کہتا ہے کہ یہ بھی غلط ہے آپنے نہ کسی مسیحی کتاب سے قرآنی مضامین حاصل کیے اور نہ زبانی روایات سے۔ کیونکہ جو روایات مسیحی مذہب کے متعلق عرب میں موجود تھیں وہ اس غرض کے لیے ہرگز کافی نہ تھیں کہ قرآنی مضامین اُن سے اخذ کیے جاتے۔ وہ لکھتا ہے کہ "اناجیل اپوکرفا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسائی میں نہ تھیں" اور کہ "ان کو اپنی ساری زندگی میں مسیح کے پیروؤں سے میل جول کرنے کا کوئی موقعہ نہیں ملا"۔ غرض ولیم میور اُن تمام اقوال کی تردید کرتا ہے جن کے رو سے یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے مسیحیوں سے قرآنی مضامین حاصل کیے۔ اُس کے نزدیک عرب کے مسیحیوں کے پاس نہ تو وہ مسیحی کتب موجود تھیں جن میں اسلامی تعالیم کا کھوج لگایا جاتا ہے اور نہ اُن کے معلومات اس قدر وسیع تھے کہ قرآنی مضامین اُن سے اخذ ہو سکتے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ساری زندگی میں عرب کے مسیحیوں کے ساتھ میل جول کرنے کا موقعہ ملا۔ غرض وہ پورے طور پر اس خیال کی تردید اور تغلیط کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے مسیحیوں سے قرآنی مضامین حاصل کیے۔ اور ہم اس اسلامی خدمت کے لیے ولیم میور کا شکریہ ادا کرتے ہیں کیونکہ اُس نے ہمیں اس امر سے سبکدوش کر دیا ہے کہ ہم مسیحی صاحبان کے اعتراضات کا جواب دیں۔ ہر ایک سبیل جو مسیحی صاحبان نے

قرآنی مضامین کے اخذ کرنیکے لیئے تجویز کی ہے میور اُس کی صریح الفاظ میں تردید کرتا ہے۔ اور اُن کے خیالات کو بے بنیاد ٹھہراتا ہے اس سے بڑھکر اور کونسی تردید ہو سکتی ہے کہ ہر ایک مسیحی سرچشمہ جو دوسرے مسیحی صاحبان نے قرآنی مضامین کے لیئے تجویز کیا ہے ولیم میور اُس کو بے بنیاد قرار دیتا ہے۔ بعض مسیحیوں کا پادری ٹسڈل کی طرح یہ بیان تھا کہ وہ مسیحی کتب ملک عرب میں موجود تھیں جن میں اسلامی تعالیم کا کھوج ملتا ہے۔ ولیم میور اس کی بھی تغلیط کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کتابیں ملک عرب میں موجود نہیں تھیں۔ پھر بعض مسیحیوں کا یہ بیان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیحیوں کے ناسٹک فرقہ سے تعلیم حاصل کی۔ مگر ولیم میور اس قول کی بھی تردید کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ یہ فرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے نابود ہو چکا تھا اور ملک عرب میں تو اس فرقہ کو کبھی دخل ہی نہیں ملا۔ پھر بعض مسیحیوں کا یہ قول تھا کہ اگرچہ وہ مسیحی کتب جن میں اسلامی تعالیم و قرآنی مضامین کا پتہ لگتا ہے ملک عرب میں موجود نہ تھیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی مضامین اُن حکایات و واقعات سے حاصل کیئے جو روایۃً نسلاً بعد نسلٍ ملک عرب میں مشہور چلے آتے تھے۔ مگر ولیم میور اس قول کی بھی تردید کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ اس قسم کی روایتیں ملک عرب میں بہت قلیل تھیں اور وہ اس قابل نہ تھیں کہ اُن سے قرآنی مضامین تیار ہو سکتے۔ غرض سر ولیم میور نے مسیحیوں کے اقوال کو ایک ایک کرکے خوب توڑا ہے اور اب ہمارے لیئے ضرورت باقی نہیں رہی کہ ہم خود ان اقوال کی تردید کے لیئے قلم اُٹھائیں۔ ہمارا کام اُس نے کر دیا ہے اور خوب کیا ہے۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب سر ولیم میور نے دوسرے مسیحیوں کے اقوال کو یکے بعد دیگرے گن گن کر ردّ کیا ہے اور بڑی معقولیت سے ردّ کیا ہے تو اُس نے خود کیا رائے پیش کی ہے۔ مگر مَیں افسوس سے کہتا ہوں کہ وہ دوسروں کے اقوال کو تو بے بنیاد کہکر ردّ کرتا ہے مگر جو قول وہ خود پیش کرتا ہے وہ دوسرے اقوال سے بھی زیادہ بے بنیاد اور زیادہ غیر معقول ہے۔ یہ کہنے کے بعد کہ ملک عرب میں اس قدر

مسیحی روایتیں موجود نہیں تھیں کہ اُن سے قرآنی مضامین مرتب ہو سکتے۔ وہ لکھتا ہے "لیکن اس غرض کے لیئے کافی روایتیں ملک شام کی جنوبی حدود میں ابھی باقی تھیں اور اُس جگہ سے بلا ریب کسی یہودی واسطہ سے یہ روایتیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچیں"۔ یہ میور صاحب کی اپنی رائے ہے مگر انہوں نے اس امر کی طرف توجہ نہیں فرمائی کہ جس وجہ سے انہوں نے دیگر مسیحیین کے اقوال کو ردّ کیا ہے وہی وجہ اُن کے اپنے قول میں پائی جاتی ہے یعنی جس طرح انہوں نے دوسروں کے اقوال کو اس لیئے ردّ کیا ہے کہ وہ بے بنیاد ہیں اور کوئی تاریخی شہادت اُن کی تائید میں پیش نہیں کی جا سکتی یہی نقص خود ولیم میور کے قول میں پایا جاتا ہے یعنی اُس کے پاس ذرا بھر شہادت اس امر کی موجود نہیں کہ ملک شام کی جنوبی حدود سے مسیحی روایتیں یہودیوں کے ذریعہ مکّہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا کرتی تھیں۔ صرف یہی کہنا کہ ملک شام کی جنوبی حدود میں کافی مسیحی روایتیں موجود تھیں اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ضرور وہ روایتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئیں۔ میور کو اس بات کا خوب علم ہونا چاہیئے کہ قرآنی مضامین جو مسیحی تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں زیادہ تر مکّی سورتوں میں پائے جاتے ہیں اور مَیں یہودی سرچشموں کے عنوان میں یہ دکھا چکا ہوں کہ مسیحی صاحبان کے پاس کوئی ثبوت اس امر کا موجود نہیں کہ مکّہ میں یہودی یا عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اپنے مذہبی قصّے سنایا کرتے تھے۔ اگرچہ میور صاحب کو بہت سے مسیحیوں کی نسبت اسلامی تاریخ کا زیادہ علم ہے اور انہوں نے اسلام کی تاریخی کتب کا بہت مطالعہ کیا ہے مگر باوجود اس علم کے وہ کوئی شہادت پیش نہیں کر سکے جس سے ثابت ہو کہ مکّہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شام سے یا مدینہ سے یہودی آیا کرتے تھے اور مسیحی تاریخ یا یہودی علوم کے متعلق آپ سے ذکر اذکار کیا کرتے تھے۔ اگر وہ یہ ضروری سمجھتا ہے کہ دوسرے مسیحیوں کے اقوال کو اس لیئے ردّ کرے کہ کوئی تاریخی شہادت اُنکی تائید نہیں کرتی تو ہم بھی مجبور ہیں کہ اُس کے قول کو

اسی وجہ سے ردّ کریں جس وجہ سے وہ دوسرے مسیحیوں کے اقوال کو ردّ کرتا ہے۔ اگر ولیم میور کے نزدیک یہ خیال کرنا بیہودگی ہے کہ ملک عرب میں بہت سی مسیحی کُتب موجود تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کتابوں تک رسائی حاصل تھی یا یہ کہ جزیرۂ نما عرب میں اس قدر مسیحی روایتیں موجود تھیں جن سے قرآنی مضامین تیار ہو سکتے تھے تو ہمارے نزدیک یہ خیال کرنا اور بھی زیادہ بیہودہ ہے کہ شام سے مسیحی روایتیں یہودیوں کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کرتی تھیں۔ میور اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی شہادت نہیں پیش کرتا۔ اُس نے وہی غلطی کی ہے جو پادری ٹسڈل نے اپنی کتاب ینابیع نام میں کی ہے جیسا پادری ٹسڈل اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی شہادت پیش نہیں کرتا۔ ایسا ہی میور نے صرف دعویٰ پر ہی اکتفا کیا ہے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ ان دونوں صاحبان کے نزدیک صرف یہی دکھا دینا کافی ہے کہ قرآن مجید کی فُلاں تعلیم فلاں کتاب یا کتبہ میں یا فلاں ملک اور قوم میں موجود تھی۔ اِس سے اِن کو کوئی سروکار نہیں کہ اُس کتاب یا اُس ملک سے وہ تعلیم کس طرح اور کب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی۔ مثلاً ریورنڈ ٹسڈل ایک عبرانی۔ یونانی۔ ایرانی۔ سریانی قبطی سنسکرت وغیرہ کسی زبان کی کتاب میں سے ایک تعلیم یا ایک مضمون کو پیش کرتا ہے اور پھر اسلامی تعلیم اور قرآنی مضمون سے اُس کی مشابہت دکھا کر فوراً اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کتاب سے اس تعلیم یا اس مضمون کو اخذ کیا۔ اسی اصول پر عمل کر کے میور کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیحی مضامین ملک شام کی جنوبی حدود سے حاصل کیئے اور اسکے پاس اسکی دلیل سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ ملک شام کی جنوبی حدود میں مسیحی روایتوں کا کافی ذخیرہ موجود تھا۔ اور یہ ذخیرہ ملک عرب میں نہیں پایا جاتا تھا۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ ملک شام کی جنوبی حدود میں مسیحی روایتوں کا کافی ذخیرہ پایا جاتا تھا یا نہیں۔ سوال یہ نہیں کہ مسیحی روایتوں کا کافی ذخیرہ کہیں پایا جاتا تھا یا

نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ جس جگہ مسیحی روایتوں کا کافی ذخیرہ بیان کیا جاتا ہے کیا اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے اپنے معلومات کا ذخیرہ حاصل کیا۔ میور کہتا ہے کہ ملک شام کی جنوبی حدود سے کسی یہودی واسطہ سے مسیحی روایتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس بات کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ ملک شام سے یہودی آپکے پاس آتے تھے اور مسیحی روایتیں آپ کو سنایا کرتے تھے؟ اس سوال کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں۔ خود میور کا یہ کہنا کہ کسی یہودی واسطہ سے یہ روایتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ اُس کے پاس اپنے دعوے کے لیئے کوئی دلیل نہ تھی۔ کسی کا لفظ (”کسی یہودی واسطہ سے“) اس امر کی ایک دلیل ہے کہ میور کو علم نہیں کہ واقعی یہودیوں کی وساطت سے مسیحی روایتیں ملک شام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں۔ ”کسی یہودی واسطہ سے“ کہکر اُس نے اپنی لاعلمی کا اقرار کیا ہے اگر اُس کو کسی خاص یہودی واسطے کا یقینی علم ہوتا تو وہ ایسے الفاظ استعمال نہ کرتا۔ بلکہ اُس واسطہ کی تعیین کرتا اور کسی خاص یہودی کا مثال کے طور پر نام لیتا جس کی وساطت سے یہ مسیحی روایتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں۔ ولادت مسیحؑ کا ذکر کرتے ہوئے میور لکھتا ہے کہ ”ممکن ہے کہ لوقا کی انجیل میں جو مسیحؑ کی ولادت کے حالات لکھے ہیں کسی شخص نے زبانی یہ حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائے ہوں یا اس انجیل کے کسی قلمی نسخہ سے پڑھ کر سنائے ہوں مگر یہ محض ایک خیالی بات ہے“۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف یہ ایک خیالی بات ہے بلکہ وہ سب باتیں جو میور نے اور دوسرے مسیحی معترضین نے اسلام کے سرچشموں کے بارے میں لکھی ہیں محض خیالی ہیں جن کا کوئی تاریخی ثبوت اُنکے پاس موجود نہیں۔ جیسا میور کا یہ بیان محض خیالی ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوقا کی انجیل کا وہ باب پڑھکر یا زبانی سنایا جس میں مسیحؑ کی ولادت کا

ذکر ہے۔ ایسا ہی میور کا یہ بیان بھی محض خیالی ہے کہ شام کے ملک سے مسیحی روایتیں یہودیوں کے ذریعہ آپ کو مکہ میں پہنچا کرتی تھیں۔ دونوں بیان یکساں خیالی ہیں اور میور کا کوئی حق نہیں کہ ان دونوں بیانوں میں کوئی تمیز کرے۔ یعنی ایک بیان کو محض خیالی کہکر دوسرے کو واقعی ظاہر کرے۔ دونوں بیان یکساں بے بنیاد ہیں اور اگر وہ ایک کو محض خیالی کہکر اُسے ناقابل اعتماد ٹھہراتا ہے تو دوسرا بھی ایسا ہی بے بنیاد اور خیالی ہے اور اس قابل نہیں کہ اُسپر کچھ توجہ کی جاوے۔

علاوہ ازیں خود قرآن شریف کے وہ حصص جس میں مسیحی مذہب اور اُس کے بانی کا ذکر ہے اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ وہ میور کے قول کے مطابق “کسی یہودی واسطہ سے” آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پُہنچے۔ اگر مسیحی حالات یہودی ہاتھوں میں سے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پُہنچتے تو ضروری تھا کہ اُنپر کچھ یہودی ہاتھوں کا نشان ہوتا مگر اُنپر کوئی ایسا نشان نہیں۔ یہودی عداوت اور بُغض کا کوئی نشان قرآن شریف کے اُن حصوں پر نہیں جو مسیحی مذہب اور اُس کے بانی علیہ السلام کے متعلق ہیں۔ برخلاف اس کے ہر ایک بات جو حضرت مسیحؑ آپکی والدہ صدیقہ اور آپکے حواریوں کے بارے میں قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے وہ صریحاً یہودی سپرِٹ کے مخالف ہے۔ حضرت مسیح علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کو اُن تمام الزامات سے پاک کیا گیا ہے جو یہودی آپ کی طرف منسوب کرتے تھے آپ کی والدہ کو صدیقہ کہا گیا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک راستباز نبی بیان کیا گیا ہے۔ پھر اس امر سے انکار کیا گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب کی لعنتی موت کا شکار ہوئے۔ اور خود حواریوں کے حالات ایسے رنگ میں بیان کیئے گئے ہیں کہ کوئی یہودی برداشت نہیں کرسکتا کہ اُنکو ایسے رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیش کرے۔ غرض حضرت مسیحؑ کا کُل قصہ اور آپکے اور آپکے متعلقین کے سارے حالات جو قرآن مجید میں بیان کیئے گئے ہیں وہ میور کے اس خیال کی تردید کر رہے ہیں کہ یہودیوں کے واسطہ سے مسیحی

حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔ میں کہوں گا کہ یہ خیال کرنا ایک حماقت ہے کہ وہ خیالی یہود جن کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ شہر مکّہ میں آکر انہوں نے حضرت مسیحؑ کے حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کئے انہوں نے بجائے اس کے کہ حضرت مسیحؑ کی اور آپکی والدہ صدیقہ اور آپکے حواریوں کی اپنے رنگ میں آپکے سامنے تصویر پیش کرتے لوقا کی انجیل یا کوئی اور مسیحی کتاب آپ کو پڑھ کر سنائی۔ یہودیوں سے ایسی توقع نہیں ہو سکتی۔ اگر یہودی حضرت مسیح علیہ علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے والے ہوتے تو وہ لوقا کی انجیل سنانے کے بجائے آپکے پاس وہ مسیح پیش کرتے جس کا نقشہ اُن کی کتاب تالمود میں کھینچا گیا ہے۔ اور وہ بجائے اس کے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کے حالات اُس رنگ میں بیان کرتے جس رنگ میں لوقا کی انجیل کے پہلے باب میں بیان کیئے گئے ہیں وہ اس رنگ میں ان حالات کو پیش کرتے جس طرح اُنکی کتابوں تالمود وغیرہ میں بیان کیئے گئے ہیں اور جس طرح اُن کا اپنا عقیدہ تھا اور مسیحیوں کا کسی زمینی باپ کا نام بیان نہ کرنا یہودیوں کی معاندانہ اتہامات کا مؤید تھا۔ اور اس صورت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کا نقشہ اس طرح نہ کھینچا جاتا جس طرح کہ اب خدائے تعالیٰ کے کلام میں کھینچا گیا ہے بلکہ اُس طرح کا نقشہ ہوتا جس طرح کہ یہودیوں کی کتابوں میں کھینچا گیا ہے اور جس طرح یہودی ابتک یقین رکھتے ہیں۔ اور یہودی اپنی تالمود کے اتہامات کی تائید میں خود مسیحیوں کی کتابیں بھی پیش کر سکتے تھے۔ یہ امر کہ خود بعض مسیحیوں کے صحیفے یہودیوں کے حاسدانہ بہتانات کی تائید کرتے تھے مندرجہ ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے جو میں کتاب ریڈّل آف دی یونی ورس مصنّفہ ارنسٹ ہیکل میں سے نقل کرتا ہوں۔ صفحہ ۳۳۵ پر مصنّف مذکور لکھتا ہے۔

"روح القدس سے کنواری مریمؑ کے حاملہ ہونیکے متعلق ہمیں کہا جاتا ہے کہ اناجیل کو پڑھو کیونکہ یہ کتابیں اس واقعہ کی شہادت دیتی ہیں۔ چار انجیل نویسوں میں سے دو یعنی متی اور لوقا اس امر کا ذکر کرتے ہیں اور دونوں کا بیان یہ ہے کہ کنواری مریمؑ کی نسبت یوسف بڑھئی کے ساتھ کی گئی تھی لیکن وہ اُس سے تعلق کرنے کے بغیر ہی روح القدس کے ذریعہ

حاملہ ہوگئی۔ جیساکہ ہم بیان کرچکے ہیں چار موجودہ اناجیل جن پر مسیحی کلیسیا کی بنیاد ہے عمداً بہت سی اناجیل میں سے انتخاب کی گئیں۔ ان کثیر التعداد اناجیل میں باہمی ایسا ہی اختلاف کثیر ہے جیساکہ ان چار انجیلوں میں اختلاف کثیر ہے کلیسیا کے بزرگ ۴۰ سے لیکر ۵۰ تک ایسی اناجیل کا ذکر کرتے ہیں جن کو جعلی کہا جاتا ہے اور جو اناجیل اپوکرفا کے نام سے مشہور ہیں۔ بعض ان میں سے یونانی اور لاطینی دونوں زبانوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ مثلاً یعقوب کی انجیل۔ تھوما کی انجیل۔ نکودیمس کی انجیل۔ وغیرہ وغیرہ جو حالات ان اناجیل میں بیان کیئے گئے ہیں خصوصاً مسیحؑ کی ولادت اور طفولیت کے حالات وہ بھی تاریخی طور پر وہی پایہ رکھتے ہیں جو اناجیل اربعہ رکھتی ہیں (یا یوں کہو کہ سب اناجیل ناقابل اعتبار ہونے میں ایک ہی درجہ رکھتی ہیں)۔ اب ہم ان اناجیل میں سے ایک میں ایک تاریخی واقعہ لکھا ہوا پاتے ہیں جس کی سفر تولدتھ جیسکوا میں بھی تائید کی گئی ہے۔ اس انجیل کا یہ بیان غالباً مسیح کی ولادت کے معمّہ کو بالکل حل کردیتا ہے۔ اس انجیل کا مصنّف ایک ہی فقرہ میں اس مسئلہ کو حل کرتا ہے اور وہ فقرہ یہ ہے ....” (اس فقرہ میں جو کتاب ورلڈ رڈّل کا مصنّف ایک انجیل میں سے نقل کرتا ہے حضرت مسیحؑ کی مقدس والدہ حضرت مریم صدّیقہ علیہا السلام کی عصمت پر ایک ناپاک حملہ کیا گیا ہے جس کو مَیں یہاں نقل نہیں کرسکتا) اے ناشکر گذار مسیحیو! کیا تم اُس محسن کا شکریہ ادا نہیں کرتے جس نے حضرت مریمؑ اور اُس کے بیٹے یسوع مسیحؑ کو اُن ناپاک اتّہامات سے پاک کیا ہے جو نہ صرف شریر دشمن بلکہ بعض نادان دوست بھی اُنکی طرف منسوب کرتے تھے اور جن کے دُور کرنے کے لیئے تمھارے پاس کوئی سامان نہ تھا۔ یہ اتّہامات ایسے ناپاک ہیں کہ ایک مسلمان کی قلم اُنکے نقل کرنے سے بھی کانپتی ہے اور ایک مسلمان کا ہاتھ اپنے آپ میں یہ طاقت نہیں پاتا کہ اُن کے لکھنے کے لیئے اپنی قلم کو ہلائے۔ معلوم نہیں کہ ورلڈ رڈّل کے مسیحی مصنّف نے مسیح کے پرستاروں میں پیدا ہوکر یہ کس طرح جرأت کی کہ ایسے گندے فقرہ کو نقل کرکے اپنی کتاب کے اوراق کو ناپاک کیا۔ قرآن مجید نے مسیحی قوم

پر ایک عظیم الشان احسان کیا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اور اُس کے بیٹے حضرت مسیح علیہ السلام کو اُن تمام ناپاک الزامات سے پاک کر دیا ہے جو دشمن اُنکی طرف منسوب کرتے تھے۔ اگر قرآن مجید حضرت مریم علیہا السلام کو صدّیقہ نہ کہتا اور اُس کے بیٹے کو خدا کا برگزیدہ انسان بیان نہ کرتا اور ان دونوں کو یہودیوں کے ناپاک اتّہامات سے بری نہ کرتا تو مسلمان دنیا آج حضرت مریم علیہا السلام کو صدّیقہ کہکر نہ پکارتی پھر بھی ناشکر گذار مسیحی یہی کہتا ہے کہ قرآن مجید حضرت مسیح علیہ السلام اور آپکی والدہ کے متعلق جو کچھ بیان کرتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شام سے آنیوالے یہودیوں سے سیکھا۔ اُن کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں سے حضرت مسیحؑ اور آپکی والدہ اور آپکے حواریین کے حالات دریافت کرتے تو آپ اُن کو راستباز کہکر نہ پکارتے۔ یہودی تو حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک ایسے شخص کے رنگ میں پیش کرتے تھے جس کی ولادت بھی ایک لعنتی ولادت تھی اور جس کی موت بھی ایک لعنتی موت تھی۔ ایک معمولی آدمی ایسا نقشہ اپنے سامنے کھچا ہوا دیکھکر کبھی ایسے شخص کو راستباز نبی نہیں مان سکتا۔ خصوصاً جب ایسے شخص کے پیرو بھی اس قابل نہ ہوں کہ ان الزامات کو غلط ثابت کر سکیں بلکہ ایک حد تک اُنکو قبول بھی کرتے ہوں۔ دو بڑے الزامات تھے جو یہودی حضرت مسیح علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرتے تھے ایک اُنکی ولادت کے متعلق تھا دوسرا اُنکی وفات کے متعلق تھا یعنی دونوں کو وہ نعوذ باللہ لعنتی قرار دیتے تھے۔ پہلے امر کے بارے میں یعنی ولادت کے بارہ میں اگرچہ مسیحی اُنکے الزام کو تسلیم نہیں کرتے تھے مگر کسی باپ کا پتہ بھی نہیں دیتے تھے اور دوسرے امر میں وہ کھلے الفاظ میں تسلیم کرتے تھے کہ ضرور مسیح لعنت کی موت سے مرا اور صلیب پر جان دیکر لعنتی ہوا۔ اب ان حالات میں اگر خدائے تعالیٰ کا الہام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی نہ کرتا تو آپ کسی طرح یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ایسا شخص جسکی نسبت دشمن و دوست اس قسم کے حالات بیان کرتے ہیں ایک راستباز نبی تھا۔ یہ خدائے تعالیٰ کا کلام تھا جس نے ایسے حالات میں آپ کی رہنمائی کی اور آپ نے

دشمن و دوست دونوں سے بیانات کو رد کر کے یہ ظاہر کیا کہ مسیح ناصری ایک راستباز آدمی تھا جو اُن تمام عیبوں سے مبرّہ تھا جو مسیحی اور یہودی اس کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ولادت کے بارہ میں آپؐ نے حضرت مسیحؑ کی ماں کو صدیقہ کہکر سارے الزامات کو جھوٹا ٹھہرایا اور وفات کے بارے میں آپ نے مسیحیوں اور یہودیوں ہر دو کے بیانات کو ردّ کر کے یہ ظاہر فرمایا کہ اُنہوں نے صلیب پر جان نہیں دی بلکہ اپنی طبعی موت سے وفات پائی۔ اور مَیں انشاء اللہ تعالیٰ آگے چلکر دکھاؤں گا کہ اناجیل بھی آپ کے اس بیان کی تصدیق کرتی ہیں۔ آپ نے کسی یہودی سے سنکر نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ سے الہام پاکر مریم کو صدیقہ کا خطاب دیا اور اس طرح ہمیشہ کے لیئے مسیحی دنیا کو ممنونِ احسان کیا۔ یہودی اُسکو پاکدامن عورت کے رنگ میں پیش نہیں کرتے تھے اور مسیحی اُس کی عصمت کو ثابت کرنیکے لیئے اپنے پاس کوئی ایسا ثبوت نہیں رکھتے تھے جس سے ایک غیر انسان کے دل سے یہودیوں کا ڈالا ہوا شبہ دور ہو بلکہ اُن کا کسی باپ کا پتہ نہ دینا ایک اجنبی کے دل میں اس شبہ کو اور بھی مضبوط کرنے والا تھا اب میں مسیحیوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کے نور سے منوّر نہ ہوتے تو وہ کس طرح ایسے ظلمانی حالات کے ماتحت حق کو دیکھ سکتے تھے۔ یہ وحی الٰہی ہی کا نور تھا جس سے روشنی حاصل کر کے آپ نے صدّیقہؓ کو راستباز ٹھہرایا اور اگر آج ایک دنیا مسیحؑ کی والدہ کو صدیقہ کہکر پکارتی ہے تو یہ بھی اُسی وحی الٰہی کی برکت ہے مگر مسیحیوں سے بڑھکر کوئی شخص احسان فراموش نہ ہوگا جو ایسے محسن کو دغاباز کہتے ہیں اور ایسے حق بتانیوالے کے حق میں یہ کہتے ہیں کہ اُس نے مسیحؑ کے بارے میں یہودیوں سے اپنے معلومات کا ذخیرہ جمع کیا۔ مسیحیوں کو غور کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں جو امور حق ہیں اُن کی تصدیق کرنا اور جو غلطیاں تھیں اُنکو ردّ کرنا یہ اس امر کی ایک صریح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کے نور سے ایسا کیا۔ نہ کسی یہودی یا مسیحی کے خیالات سے مؤثر ہو کر۔

الغرض۔ اس سے زیادہ کوئی بیہودہ بات نہیں ہو سکتی کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے شام سے آنیوالے یہودیوں کے ذریعہ مسیحی معلومات حاصل کیئے۔ مسیحی سرچشموں کا سوال میور نے فیصلہ کردیا ہے۔ جو جو قول دوسرے مسیحی معترضین نے اس بارے میں پیش کیئے ہیں میور نے اُن میں سے ہر ایک کو خود ہی ردّ کردیا ہے اور ہمیں اس ضرورت سے آزاد کردیا ہے کہ ہم اُن معترضین کے اقوال کی تردید کی تکلیف اُٹھائیں۔ جب میور جیسے تاریخدان مسیحی نے اُن اقوال کو بے بنیاد ٹھہرایا ہے تو اب ہمارے لیئے ضرورت نہیں رہی کہ اُنپر کچھ بحث کریں۔ جو کام ہمنے کرنا تھا وہ خود میور نے کردیا ہے اور ہم اس لیئے میور کا شکریہ ادا کرتے ہیں کیونکہ ہم مسیحیوں کی طرح ناشکر گذار نہیں۔ اب ہمارا کام صرف اتنا باقی رہ گیا ہے کہ جو رائے میور نے پیش کی ہے اُسپر غور کریں۔ اور میں دکھا چکا ہوں کہ جیسا دوسرے مسیحیین کے اقوال بے بنیاد ہیں میور کا قول اُس سے بڑھ کر بے بنیاد ہے اور اس لیئے ہم مجبور ہیں کہ جیسا اُس نے دوسروں کے اقوال کو ردّ کیا ہے ایسا ہی ہم اس کے قول کو ردّ کریں۔ پس میور کے قول کو بے بنیاد ثابت کرنے کے بعد ہمارا کام جہاں تک مسیحی سرچشموں سے تعلق رکھتا تھا ختم ہوچکا ہے اور اب ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کا حق رکھتے ہیں کہ مسیحی صاحبان کے پاس کوئی ثبوت اس بات کا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی مضامین مسیحیوں یا اسرائیلیوں سے حاصل کیئے۔ مسیحی معترضین میں اس قدر اختلاف ہونا صرف یہی امر ایک عقلمند کی نظر میں اس بات کی ایک صریح دلیل ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھ مین کوئی بھی یقینی ثبوت نہیں۔ کیونکہ اگر ان کے ہاتھ میں کوئی قطعی دلیل ہوتی تو ان میں اس قدر اختلاف ہرگز نہ ہوتا۔

زردشتی سرچشمے

مسیحی اور یہودی سرچشموں پر بحث کرنے کے بعد اور مسیحی معترضین کے اقوال کی بیہودگی ظاہر کرنے کے بعد اب میں اُن تعالیم کی طرف رجوع کرتا ہوں جن کو مسیحی صاحبان زردشتی سرچشموں سے نکلا ہوا بتاتے ہیں وما توفیقی الاّ

باللہ العلی العظیم۔

جن اسلامی تعالیم کو پادری ٹسڈل صاحب زردشتی ینابیع سے نکلا ہوا بیان کرتے ہیں اُن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج۔
(۲) جنت۔ حور۔ غلمان وغیرہ کا حال۔
(۳) ملک الموت۔
(۴) عزازیل کا جہنم میں سے نکلنا۔
(۵) نور محمدی۔
(۶) پل صراط۔
(۷) ہر ایک نبی کا آنیوالے نبی کی آمد کے متعلق خبر دینا۔
(۸) آیت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۔
(۹) جنّ۔
(۱۰) ذرّات کائنات۔

مندرجہ بالا مضامین میں سے نمبر ۴ و ۵ و ۷ و ۱۰ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں اور نہ کسی صحیح حدیث میں ان کا بیان ہے باقی مضامین میں سے نمبر ۶ کا ذکر صحیح احادیث میں ہے اور اس کے سوا دوسرے مضامین سب قرآنی ہیں۔ نمبر ۱ کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل کے ابتدا میں ہے۔ نمبر ۲ کا بیان اور سورتوں کے علاوہ مندرجہ ذیل سورتوں میں ہے سورہ الواقعہ آیت ۱۲۔ سورۂ الرحمٰن آیت ۴۶۔ سورۂ یٰس آیت ۵۴۔ سورہ والصافات آیت ۳۸۔ مضمون نمبر ۳ کا ذکر سورۂ انعام آیت ۶۱۔ الاعراف آیت ۳۵۔ النحل آیت ۲۵۔ السجدہ آیت ۱۱ میں ہے۔ نمبر ۸ یعنی آیت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ قرآن کی قریباً کل سورتوں کیا مکی کیا مدنی کے ابتدا میں ہے اور سورہ النمل کے اندر بھی یہ آیت وارد ہے اور مضمون نمبر ۹ کا ذکر قرآن مجید کی بہت سی سورتوں میں ہے جو سب کی سب مکی ہیں مثلاً انعام۔ آیت ۱۰۰ و ۱۲۸۔ حم سجدہ آیت ۲۴ و ۲۹۔ الحجر آیت ۲۷۔

الرحمٰن آیت ۱۴ وغیرہ۔

یہ سب سورتیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے مکّی ہیں پس وہ سب قرآنی مضامین جن کا زردشتی کتب میں کھوج لگایا جاتا ہے مکّی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان مضامین میں سے بعض کو مدنی سورتوں میں بھی دُہرایا گیا ہے مگر ایسا دُہرانا بہت کم ہے۔ مَیں اب ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس امر کو نوٹ کرلیں کیونکہ یہ بات پادری ٹسڈل کے بیانات کی پڑتال کرنے میں بہت مدد دیگی۔ یہ دکھانیکے بعد کہ وہ قرآنی مضامین جن کا پادری ٹسڈل زردشتی سرچشموں سے نکلا ہوا ہونا ظاہر کرتا ہے سبکے سب مکّی سورتوں کے مضامین ہیں مَیں اُن ذرائع کی طرف رجوع کرتا ہوں جن سے یہ مکّی مضامین پادری ٹسڈل کے قول کے بموجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پُہنچے۔ پادری صاحب لکھتے ہیں "اگر شخصے بگوید کہ محال است کہ حضرت محمدؐ حکایتہا ورسوم زردشتیاں را پسندیدہ داخل قرآن واحادیث خود گردانیدہ باشد ونیز ممکن نخواہد بود کہ آں نبی اُمّی از ایں امور واقفیت ہم داشتہ باشد" کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ محال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زردشتیوں کی حکایات ورسوم کو پسند کرکے اُنکو قرآن مجید واحادیث میں داخل کردیا بلکہ یہ بھی ممکن نہیں کہ اُس اُمّی نبی کو ان زردشتی تعالیم کی خبر بھی ہو"

اس سوال کے پادری صاحبنے چار جواب دیئے ہیں اور مَیں ان چاروں پر یکے بعد دیگرے اس جگہ غور کرتا ہوں۔

پادری صاحب کہتے ہیں۔ "اوّلاً در روضۃ الاحباب مندرج است کہ حضرت محمدؐ عادت داشت کہ بہ اشخاص ہر طائفہ کہ نزد وے مے آمدند چیزے بزبانِ شاں بگوید و چوں بدینطور بعضے اوقات بزبانِ فارسی حرف مے زد از ایں سبب چند الفاظ فارسی در زبان عربی رواج یافت" یعنی اس سوال کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح زردشتی صحیفوں کے مضامین پہنچے پہلا جواب یہ ہے کہ کتاب روضۃ الاحباب نام میں یہ

لکھا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جس قوم اور جس ملک کے لوگ آپکے پاس آتے تھے آپ انہی کی بولی میں اُن سے کلام کرتے تھے اور چونکہ اسی طریق پر عمل کرکے آپ بعض اوقات فارسی زبان میں بھی گفتگو کرتے تھے اس لیئے بعض فارسی الفاظ خود عربی زبان میں بھی داخل ہوگئے۔ پادری صاحب کی غرض روضۃ الاحباب کے اس قول کو نقل کرنے سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے زردشتی کتب میں سے مضامین اخذ کرنا بالکل آسان تھا کیونکہ آپ فارسی زبان میں اچھی مہارت رکھتے تھے اور اُس میں بلا تکلف گفتگو کرسکتے تھے اور صرف فارسی زبان ہی نہیں بلکہ آپ ہر قوم اور ہر ملک کی بولی جانتے تھے اور جس قوم اور جس ملک کا آدمی آپکے پاس جاتا آپ اُسی کی زبان میں اُس سے بات چیت کرتے تھے۔ یہی آپ کی عادت تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارسی اور دوسری قوموں کی زبانوں سے خاصی واقفیت رکھتے تھے اور جس ملک کا آدمی آپکے پاس جاتا آپ اُسی کی زبان میں اُس سے گفتگو کرتے تھے۔ کیا پادری ٹسڈل درحقیقت اسکو صحیح اور درست یقین کرتا ہے؟ کیا اُس کا یہ خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی زبانوں بلکہ کل ممالک اور کل اقوام کی زبانوں کو جانتے تھے؟ کیا وہ روضۃ الاحباب کے اس بیان کو کہ آپ ہر ملک کے آدمی سے اُسی کی زبان میں گفتگو کرسکتے تھے صحیح سمجھتا ہے؟ اگر وہ ایک دیانت دار آدمی ہے تو وہ ہمیں صاف یہی جواب دے گا کہ وہ خود ان امور کو صحیح نہیں سمجھتا بلکہ اس بیان کو محض ایک افسانہ سمجھتا ہے۔ مگر باوجود اس بیان کو ایک افسانہ سمجھنے کے وہ اس کو اپنے دعوے کے لیئے بطور ثبوت کے پیش کر رہا ہے۔ اور اس بیان سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ آپکے لیئے زردشتی کتابوں سے مضامین لینا کوئی مشکل نہ تھا کیونکہ آپ فارسی کیا دیگر ممالک کی زبانوں کو بھی جانتے تھے۔

کوئی معتبر حدیث یہ نہیں کہتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کی زبان جانتے تھے اور اُس میں گفتگو کرسکتے تھے مگر پادری صاحب کو صحت یا عدم صحت سے کوئی سروکار نہیں۔ جس بات کو وہ مفید مطلب دیکھتا ہے اُسے فوراً پکڑ لیتا

ہے خواہ وہ کیسی ہی بیہودہ کیوں نہ ہو۔ میور نے اور بہت سے دیگر مسیحی مصنفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح لکھے ہیں مگر کسی نے کوئی بات ایسی نہیں لکھی جس سے ظاہر ہو کہ آپ مادری زبان کے علاوہ اور زبانیں بھی جانتے تھے۔ اگر آپ عربی کے علاوہ دیگر زبانوں کے بھی ماہر ہوتے تو یہ ایک ایسا امر تھا کہ مسیحی صاحبان اُس کے بیان کرنے سے ہرگز خاموش نہ رہتے۔ مگر پادری صاحب کو سچائی سے اس قدر محبت ہے کہ وہ اسی امر کو اپنے دعوے کے ثبوت میں بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں۔ کیا ایک محقق کی شان کے یہ لائق ہے کہ ایک ایسے امر کو اپنے دعوے کی تائید میں پیش کرے جس کو وہ خود لغو سمجھتا ہے؟ کیا ایسا کرنا دیانت داری کے موافق ہے؟ اُس نے ثابت تو یہ کرنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زردشتیوں سے مضامین حاصل کیئے۔ اب اس کے ثابت کرنیکے لیئے اُسکو چاہیئے تھا کہ کوئی قوی بات اور مسلّم امر پیش کرتا تا اُس کی کتاب کے پڑھنے والوں کو یقین حاصل ہوتا کہ جو اس نے دعویٰ کیا ہے وہ سچا ہے مگر پادری صاحب نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایک ایسا امر پیش کیا ہے جس کو دوسرے لوگ تو کیا وہ خود بھی غلط سمجھتے ہیں۔ کیا غلط بات کے پیش کرنے سے بھی کوئی دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ پیش کرنے والے نے ایمانداری سے کام نہیں لیا اور عدالت کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

مگر ہم پادری صاحب کی خاطر یہ فرض کر لیتے ہیں کہ اُنکا یہ کہنا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی زبانیں جانتے تھے اور اُن میں فارسی زبان بھی جانتے تھے مگر افسوس ہے کہ اس امر کو قبول کرنے کے بعد بھی پادری صاحب کی غرض پوری نہیں ہوتی۔ جب تک وہ یہ ثابت نہ کریں کہ زردشتی مذہب کے عالم یا پیرو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور فارسی زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی امور کے بارے میں گفتگو کرتے تھے۔ مَیں دکھا چکا ہوں کہ جسقدر مضامین پادری صاحب نے زردشتی مذہب سے نکلے ہوئے پیش کیئے ہیں وہ سب مکّی ہیں۔ اب پادری صاحب

ثابت کریں کہ مکہ میں ایرانی لوگ آپ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور فارسی زبان میں مذہبی امور پر آپ سے گفتگو کرتے تھے۔ مگر پادری صاحب ایک ایرانی عالم یا غیر عالم کا مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا بھی ثابت نہیں کر سکتے اور جب تک وہ یہ ثابت نہ کریں تو اُن کا یہ کہنا بے سود ہے کہ آپ فارسی زبان اور دیگر زبانیں جانتے تھے۔

اس سوال کا کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زردشتی کتب سے مضامین اخذ کرنا ممکن تھا دوسرا جواب پادری صاحب نے یہ دیا ہے کہ "چوں معلوم شد کہ حضرت محمدؐ افسانہ ہائے یہود و داستانہا و رسوم عرب بُت پرست را پسندیدہ داخل قرآنِ خود ساخت پس چہ اشکال دارد کہ قصہائے فارسیاں نیز مقبول وے گردید باشد" یعنی چونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی داستانوں اور بت پرستوں کے رسوم پسند کر کے اُنکو قرآن مجید میں داخل کر دیا تو کونسی مشکل بات تھی کہ انہوں نے ایرانیوں کے قصوں کو بھی پسند کر لیا ہو

پادری صاحب کی عقل پر تعجب آتا ہے۔ سوال یہ نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زردشتیوں کے مضامین کو کس طرح پسند کر لیا بلکہ سوال یہ تھا کہ آپ نے زردشتی صحیفوں سے **کس طریق** سے ان مضامین کو اخذ کیا۔ پسند کرنا یا نہ کرنا اس کو اس سوال سے کہ کس طرح اور کس ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مضامین کو اخذ کیا کوئی تعلق نہیں۔ نیز میں پادری صاحب کے اس دعوے کے بطلان کو پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے یا کسی اور قوم سے کوئی تعالیم یا مضامین حاصل کیئے۔ مگر اگر پادری صاحب کی خاطر فرض بھی کر لیا جاوے کہ آپ نے یہودی وغیرہ قوموں سے قرآنی مضامین اخذ کیئے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے زردشتی کتب سے بھی قرآنی مضامین اخذ کیئے۔ اگر پادری صاحب کی اس انوکھی منطق کی پیروی کی جاوے تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے چینیوں۔ جاپانیوں بلکہ امریکہ کے پرانے باشندوں اور افریقہ کے حبشیوں سے

بھی قرآنی مضامین اخذ کیئے ہوں گے۔ سوال تو ثبوت کا ہے یعنی یہ ثابت کیا جاوے کہ کس طریق سے اور کس ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زردشتی کتب تک کسی قسم کی رسائی نہیں رکھتے تھے اُن سے قرآنی مضامین اخذ کیئے۔ اس کے جواب میں پادری صاحب یہ کہتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے یہودیوں وغیرہ سے مضامین حاصل کیئے اس لیئے انہوں نے زردشتیوں سے بھی ضرور مضامین حاصل کیئے ہونگے۔ اس طرح تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے یہود وغیرہ سے مضامین اخذ کیئے اس لیئے انہوں نے ہندوستان کے پنڈتوں اور چین کے بدھوں سے بھی بلکہ کنفیوشش کے پیروؤں سے بھی ضرور تعالیم حاصل کی ہونگی۔ یہ پادری صاحب کی عجیب منطق ہے۔ اُن سے تو اس امر کا مطالبہ ہے کہ وہ ثابت کریں کہ کس طرح مکہ میں بیٹھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زردشتی کتب سے مضامین اخذ کیئے۔ اسکے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے مکّہ کے بُت پرستوں اور مدینہ کے یہود سے مضامین اخذ کیئے اس لیئے انہوں نے زردشتی صحیفوں سے بھی ضرور مضامین اخذ کیئے ہونگے۔ یہ عجیب منطق ہے!

پادری صاحب کا تیسرا جواب یہ ہے کہ "از سیرۃ الرسول تصنیف ابن ہشام و ابن اسحٰق معلوم است کہ میان اصحاب حضرت محمدؐ شخصے ایرانی مسمّی بہ سلمان فارسی بود کہ حضرت محمدؐ، در وقت محاصرہ کردن مدینہ برحسب نصیحت وے آں خندق راکند و نیز در حین غزوۂ ثقیف طائف منجنیق را موافق رائے او اوّلاً باستعمال آورد۔ وے گویند کہ در ایام خود حضرت محمدؐ دشمنانش برآں بودند کہ سلمان در تصنیف کردن قرآن مددگار حضرت محمدؐ مے باشد و ذکر ایں مطلب در سورۂ نحل بایں الفاظ یافت مے شود وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝" یعنی کتاب سیرۃ الرسول مصنّفہ ابن ہشام و ابن اسحٰق سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں ایک ایرانی شخص تھا جس کا نام سلمان تھا۔ محاصرۂ مدینہ کے

وقت اُسی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا اور طائف کے محاصرہ میں اُسی کے مشورہ سے منجنیق کا اوّل اوّل استعمال کیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بھی آپ کو یہ الزام دیا کرتے تھے کہ آپ قرآن شریف کے تیار کرنے میں سلمان فارسی سے امداد لیتے ہیں۔ چنانچہ سورہ نحل کی آیت وَلَقَدْ نَعْلَمُ الخ میں اسی سلمانؓ کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں بھی لوگوں کو اس امر کا علم تھا کہ سلمان فارسی آپ کو مدد دیتا ہے۔

پادری صاحب کے اس تیسرے جواب کی لغویت ظاہر کرنے کے لیے میرے لئے صرف اتنا ظاہر کر دینا ہی کافی ہوگا کہ سلمان فارسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں پہنچا حالانکہ وہ سب مضامین قرآنی جن کا ذکر پادری صاحب نے کیا ہے مکّی ہیں۔ پادری صاحب کے حال پر رحم آتا ہے۔ وہ اپنی تحقیق میں ہمیشہ زمانہ کے سوال کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جس سے اُن کی ساری کارروائی کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ وہ ہمیں سناتا ہے کہ قرآن مجید کا فلاں مضمون فلاں شخص کی وساطت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ مگر اس امر کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا کہ وہ مضمون اُس شخص کے آنے سے پہلے شائع ہوا یا اُس کے آنے کے بعد۔ مثلاً اُس نے قرآن مجید کی چند آیات کے متعلق لکھا ہے کہ وہ آپ نے حضرت ماریہ قبطیؓ سے سیکھیں مگر اس امر پر غور نہیں کیا کہ وہ سب آیات مکّہ کے ابتدائی زمانہ کی ہیں حالانکہ حضرت ماریہ قبطی رضؓ مدینہ میں ہجرت کے ساتویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں۔ میں اس امر کا ذکر مسیحی سرچشموں کی بحث میں کر چکا ہوں۔ اسی طرح اب پادری صاحب ہمیں یہ سناتے ہیں کہ بہت سے قرآنی مضامین جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسیؓ سے سیکھے حالانکہ سلمانؓ آپ کے ساتھ مدینہ میں ہجرت کرنے کے بعد ملا اور یہ سب قرآنی مضامین بلا استثناء مکّی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مضامین حضرت ماریہ قبطیؓ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اُن کے آنے سے سالہا سال پہلے سیکھ لیے۔ مسیحیوں میں پادری ٹسڈل صاحب سے بڑھ کر کوئی محقق آج تک پیدا

نہیں ہوا اور یقین ہے کہ آئندہ بھی اس پایہ کا محقق کبھی عیسائی قوم میں ظاہر نہیں ہوگا۔ پادری صاحب کے حال پر تو چنداں افسوس نہیں۔ افسوس تو سر ولیم میور کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ڈی۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی پر آتا ہے کہ اُس نے باوجود مؤرخیت کے دعوے کے نہ صرف ایسی لچر تحقیقات کو انگریزی جامہ پہنایا بلکہ اس پادری کی علمیت اور اس کی لیاقت اور تحقیق کی مدح سرائی کر کے اپنی مؤرخیت پر خواہ مخواہ داغ لگا لیا۔ اور ایسی بیہودہ کتاب پر اپنی تصدیق کی مہر لگا کر پادری ٹسڈل کی معکوس نیکنامی میں اپنے آپ کو حصّہ دار بنا دیا۔ مگر اس نیک نامی میں......... ایک تیسرا نامی مسیحی بھی شریک ہے اور وہ جے۔ ایم۔ راڈویل۔ ایم۔ اے۔ ریکٹر آف سینٹ اینتھلبرگہ لنڈن مترجم قرآن مجید ہے۔ کیونکہ وہ بھی اپنے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں اسی قابل شرم تحقیقات کی طرف رجوع کرتا ہے "کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنّت و نار کے حالات جو زندوستا کے بیانات سے مشابہت رکھتے ہیں اسی سلمان فارسی سے سیکھے ہونگے"۔ یہ دیکھکر افسوس آتا ہے کہ ایسے لوگ جن کو اسلام کے حالات سے کچھ بھی مس نہیں اسلام پر نکتہ چینی کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ ناظرین یہ سُنکر تعجب کریں گے کہ راڈویل وہ شخص ہے جس نے دوسرے مترجموں سے یہ نرالا طریق اختیار کیا ہے کہ قرآن شریف کی سورتوں کو موجودہ ترتیب پر نہیں رکھا بلکہ نزولی ترتیب کو اختیار کیا ہے یعنی جو سورتیں مکّہ میں نازل ہوئیں اُنکو پہلے رکھا ہے اور جو مدینہ میں نازل ہوئیں اُنکو بعد رکھا ہے اور اُن میں بھی جو پہلے نازل ہوئیں اُنکو پہلے اور جو بعد میں نازل ہوئیں اُنکو پیچھے رکھا ہے مگر باوجود اس کے اُس نے یہ نہیں دیکھا کہ جنّت و نار کا بیان مکّہ کی ابتدائی سورتوں میں موجود ہے حالانکہ سلمان فارسی مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوا۔ اس محقق نے باوجود نزولی ترتیب اختیار کرنے کے یہ نہیں دیکھا کہ جنّت و نار کا بیان مکّہ کی ابتدائی سورتوں میں سلمان فارسی رضؓ کے وجود سے پہلے نازل ہو چکا تھا۔ پھر بھی وہ کہتا ہے کہ یہ بیانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی سے سیکھے ہونگے۔ افسوس ان لوگوں کی تحقیق پر اور افسوس ان کی عقل پر۔ اور افسوس اُن

لوگوں پر جو اسلام کے بارے میں ایسی جاہلانہ تحقیقات کی پیروی کرتے ہیں۔

پادری ٹسڈل اپنے اس قول کی تائید میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے امداد لی یہ بیان کرتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی مخالفان اسلام کو یہ معلوم تھا کہ آپ سلمانؓ سے مدد لیتے ہیں چنانچہ اس قرآنی آیت میں سلمانؓ کا ہی ذکر ہے وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۔ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے ہم جانتے ہیں کہ دشمن کہتے ہیں کہ ایک آدمی اس کو تعلیم دیتا ہے۔ جس شخص کی طرف یہ لوگ کجراہی کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ کھول کر بیان کرنے والی عربی زبان ہے۔ میں گذشتہ پرچے میں یہ ظاہر کر چکا ہوں کہ اس آیت کریمہ میں ایسی امداد کا ذکر نہیں ہے جس کی پادری صاحب کو شکایت ہے یعنی مضامین قرآنی اخذ کرنے کا یہاں ذکر نہیں ہے بلکہ یہاں قرآن مجید کی فصیح بلیغ عبارت میں امداد لینے کا انکار ہے۔ مگر اگر مان بھی لیا جاوے کہ یہاں مضامین کے بارے میں امداد حاصل کرنے کا ذکر ہے پھر بھی افسوس ہے کہ پادری صاحب کی غرض پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ آیت جو سورہ نحل میں واقع ہے ایک مکی آیت ہے اور مکہ میں جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں سلمان فارسیؓ کا نام ونشان بھی نہ تھا پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ مکہ کے کفار ایک ایسے شخص سے امداد حاصل کرنے کا ذکر کرتے جس کا وجود ہی مکہ میں موجود نہ تھا۔ افسوس ہے پادری صاحب لکھنے سے پہلے کچھ بھی نہیں سوچتے۔ اندھا دھند جو کچھ آیا لکھ دیا۔ طرفہ یہ کہ بڑے محقق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

پادری صاحبان کے لیئے یہ نہایت بدقسمتی کی بات ہے کہ جس قدر قرآنی مضامین وہ یہودیوں۔ مسیحیوں یا زردشتیوں کی کتب سے ماخوذ ہونا بیان کرتے ہیں وہ قریباً کُل کے کُل مکی سورتوں کے مضامین ہیں۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو انکی تحقیقات کو پاش پاش کرنے کے لیئے ایک تبر کا کام دیتا ہے۔ مکہ میں نہ یہودی آباد تھے۔ نہ وہاں کوئی مسیحیوں کا مشن قائم تھا اور نہ ہی ایران کے زردشتیوں کا وہاں نام ونشان

پایا جاتا تھا۔ اور نہ ہی مسیحی صاحبان یہ ثابت کر سکتے تھے کہ ان قوموں کے فاضل کاہن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے اور مذہبی امور پر آپ کو درس دیا کرتے تھے۔ مکّہ میں ایک یہودی۔ ایک مسیحی یا ایک زردشتی متنفس کا بھی نہ ہونا اور قریباً کُل مضامین زیر بحث کا مکّی سورتوں میں وارد ہونا یہ ایک ایسا امر ہے جو اس بات کی ایک روشن دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی یہودی یا مسیحی یا زردشتی سے امداد نہیں لی۔ مکہ میں ایک دو غلام ایسے تھے جن کے ماں باپ عیسائی تھے۔ اور جو ابتدا ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر ایمان لائے تھے مگر یہ غلام بچپن میں ہی اپنے وطن سے پکڑ کر لائے گئے تھے اور مکّہ میں غلامی میں فروخت کیے گئے تھے اور کوئی عقلمند انسان یہ قبول نہیں کرے گا کہ مکّی سورتوں میں جو اسرائیلی اور مسیحی تاریخ کے مفصل حالات نہایت بسط کے ساتھ درج ہیں وہ ان غلاموں سے سیکھے گئے ان غلاموں میں سے مثلاً ایک زید تھا ناظرین ملاحظہ فرماویں کہ خود میور اس کے متعلق کیا لکھتا ہے:۔ "زید ابھی بچّہ ہی تھا جب کہ اُسکی ماں اُس کے ساتھ ایک سفر پر جا رہی تھی۔ اُنکی جماعت پر عرب کے لٹیروں کا ایک گروہ جا پڑا۔ اِن لٹیروں نے زید کو پکڑ لیا اور مکّہ میں آکر فروخت کر دیا۔ (ملاحظہ ہو لائیف آف محمدؐ۔ صفحہ ۳۴)۔ کیا ایسے بچوں کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان سارے اسرائیلی اور مسیحی مضامین سے آگاہی رکھتے تھے جن کی تفصیل قرآن شریف میں پائی جاتی ہے۔ اور خود مسیحی صاحبان اس بات کو خوب سمجھتے ہیں اور کوئی انہیں سے یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ جسقدر قرآن مجید میں اسرائیلی اور مسیحی تاریخ اور مذہب کے حالات پائے جاتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن مکّہ کے غلاموں سے ہی حاصل کیے۔

غرض قریباً تمام مضامین زیر بحث کا مکّی سورتوں میں واقع ہونا۔ یہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے پادریوں کے اعتراضات کا ایک ایسا جواب ہے جس کا اُن کے پاس کوئی بھی جواب نہیں۔ نہ تو وہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ مکّہ میں یہودی۔ یا مسیحی یا زردشتی

قوم کے لوگ آباد تھے اور نہ یہ ثابت کر سکتے تھے کہ باہر سے ان مذاہب کے پیرو آپ کے پاس آکر مذہبی امور پر آپ سے گفتگو کرتے تھے۔ طرفہ یہ ہے کہ حضرت ماریہ قبطیؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ بھی مدینہ ہی میں آپ کے پاس آئے وہ بھی مکہ میں مضامین زیر بحث کے نزول کے وقت موجود نہیں تھے۔ مسیحی معترضین نے اسلام کے سرچشمے تلاش کرتے وقت اس امر کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے مگر یہ ایک ہی امر ایسا ہے جس کے آگے انکی ساری تحقیقات اس طرح بہ جاتی ہے جس طرح سیلاب کے آگے تنکا۔ یہ ایک ایسا حربہ ہے جس کے سامنے پادری صاحبان جس قدر ہاتھ پیر ماریں انکی ایک پیش نہیں جاتی۔

ایک اور امر جس میں پادری صاحبان کو سخت غلطی لگی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں قرآن مجید میں جو انبیاءؑ و قرونِ سابقہ کے حالات لکھے ہیں وہ صرف قصوں کے رنگ میں لکھے گئے ہیں اور جب خدائے تعالیٰ انکو انباء الغیب یعنی غیب کی خبریں کہہ کر پکارتا ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ یہ حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول قرآن سے پہلے معلوم نہ تھے مگر خدائے تعالیٰ نے آپ کو یہ حالات نامعلومہ جتلا دیئے اور اس طرح ان نامعلوم اور پوشیدہ حالات تاریخی کا بیان کرنا آپ کی نبوت کا ایک ثبوت ہے۔ مگر یہ مسیحی صاحبان کی غلطی ہے۔ اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ جس تفصیل اور بسط کے ساتھ پہلے انبیاءؑ اور گذشتہ امتوں کے حالات قرآن مجید میں مذکور ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ان کا علم نہ تھا اور قرآن شریف کے نزول کے بعد آپ کو ان حالات کا پورا علم ہوا مگر قرآن شریف میں ان حالات کو جہاں نشان کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ وہاں اُن کے نشان ہونے سے یہ مراد نہیں کہ یہ خبریں تاریخی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھیں اور خدائے تعالیٰ نے انکو آپ پر ظاہر کر دیا ہے بلکہ جب خدائے تعالیٰ انکو انباء الغیب کہتا ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ ان حالات کو تم محض کہانیاں نہ سمجھو بلکہ یہ آنیوالے واقعات کی پیشگوئیاں ہیں۔ اور وہ تمام امور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کے اتباع اور آپ کے مخالفین کے متعلق ابھی پردہ غیب میں مخفی ہیں اُن کی ان واقعات میں خبر دی گئی ہے۔ یہ قصّے نہیں

بلکہ یہ پیشگوئیاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور آپکے اتباع کی ترقی اور آپکے دشمنوں کی تباہی کی خبر دیتی ہیں اور اُن میں اور بہت سے غیب کے واقعات کی خبر دیگئی ہے جو آئندہ واقع ہونے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے حالات جن کو مخالفین قصّے کہتے ہیں مکہ میں ابتدائی زمانہ میں ہی نازل ہوئے تاکہ قبل از وقت تمام آنیوالے واقعات کو بطور پیشگوئی کے دشمن و دوست میں شائع کیا جاوے اور یہ پیشگوئیاں پوری ہوکر آپ کی صداقت کا نشان ٹھہریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس امر پر مَیں انشاء اللہ تعالیٰ ایک الگ مضمون میں مفصل بحث کرونگا۔ اسوقت صرف اتنا جتلا دینا ہی کافی ہے کہ یہ قصّے نہیں بلکہ پیشگوئیاں ہیں جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور آپکے دشمنوں کی ناکامی اور بہت سے دیگر امور کی قبل از وقت خبر دی گئی اور ان پیشگوئیوں نے پورا ہوکر قطعی اور یقینی اور بدیہی اور کامل طور پر ثابت کر دیا کہ یہ خدائے تعالیٰ کا کلام ہیں۔ اگر ان واقعات کو صرف کہانیوں کے رنگ میں پیش کیا جاتا تو پادری صاحبان کہہ سکتے تھے کہ یہ کہانیاں فلاں فلاں سرچشمے سے جمع کی گئیں ہیں مگر یہ تو پیشگوئیاں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح اور دشمن کی شکست اور دیگر بہت سے آنیوالے واقعات کی ایسے وقت میں خبر دی گئی جب کہ کسی انسان کی طاقت میں یہ نہیں تھا کہ اُن واقعات کی خبر دے سکتا۔ پادری صاحب بتلا دیں کہ اگر آپنے ان پیشگوئیوں کو الٰہی سرچشموں سے اخذ نہیں کیا تو اور کس سرچشمے سے انکو اخذ کیا۔ کیا پادری ٹسڈل کی طاقت میں ہے کہ پرانی کتابوں میں سے بہت سے قصّے لیکر اُن کو اپنے حق میں بطور پیشگوئیوں کے شائع کر دے جن میں اُس کے متعلق اور اُس کے دشمنوں کے متعلق آنیوالے امور کی خبر دی گئی ہو۔ مثلاً کیا پادری صاحب کی طاقت میں ہے کہ یہ کہدیں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا معاملہ ہوا وہی اُنکا اور اُن کے دشمنوں کا حال ہوگا۔ یا کیا وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو اُن کے بھائیوں نے اپنے شہر سے نکالا اور ایک تنگ و تاریک جنگل کے گڑھے میں پھینکا اور پھر جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام ایک غیر ملک میں جاکر معزز اور طاقتور ہوئے اور جس طرح ...... اُن کے بھائی ذلیل ہوکر آخرکار اُن سے معافی کے خواستگار ہوئے بعینہٖ اسی قسم کے واقعات پادری صاحب کو پیش آئیں گے

اب میں پھر زردشتی سرچشموں کی طرف رجوع کرتا ہوں پادری ٹسڈل صاحب کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم وہ تعلیم جو کہ پل صراط کے متعلق ہے اور جو کہ معتبر احادیث میں موجود ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی سے سیکھ لی ہو گی۔ مگر پادری صاحب کا یہ ڈھکوسلا کسی طرح سے بھی مانا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اوّل تو اگرچہ قرآن شریف میں اس کا صریح ذکر نہیں آیا۔ مگر بعض مفسر وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا میں اس کی طرف اشارہ پاتے ہیں جس کے یہ معنی ہے کہ "ہر ایک تم میں سے ...... اس میں وارد ہونیوالا ہے یہ تیرے رب کے نزدیک فیصلہ شدہ امر ہے"۔ اور پادری صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ آیت سورہ مریم کی ہے جو کہ مکّہ کے ابتدائی ایام میں نازل ہوئی تھی نہ کہ مدینہ میں۔ یہی ایک بات پادری صاحب کے پراگندہ خیال کی حقیقت فاش کرنے کیلئے کافی ہے کیونکہ سلمانؓ مکہ میں موجود نہ تھا۔ لیکن اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ مندرجہ بالا آیت میں پل صراط کے متعلق کوئی اشارہ نہیں۔ تب بھی کسی طرح سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمانؓ فارسی سے ہی اس تعلیم کو سیکھا تھا۔ اس بات کو بہ پایہ ثبوت پہنچانے کیلئے اوّل تو معزز پادری کو یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ پل صراط کی تعلیم مکہ میں نہیں سنائی گئی اور پھر اس بات کا کوئی شاہد پیش کرنا چاہیئے کہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمانؓ ہی سے اس تعلیم کو سیکھا تھا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیگر تعلیمات جن کا کھوج زردشتیوں کی کتب میں لگایا جاتا ہے بغیر سلمان فارسیؓ کی مدد کے دے سکتے تھے تو کیا یہ ایک تعلیم اس کی مدد کے بغیر نہیں دے سکتے تھے بھلا اس سے بھی زیادہ کوئی بیہودہ بات ہو سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اصحابؓ آپکو یہودیوں۔ عیسائیوں اور زردشتیوں کی تواریخ اور تعلیمات سکھاتے لیکن جب انہی باتوں کا آپ وحی من اللہ ہونا بیان کرتے اور مخالفوں کو اپنے مقابل پر للکارتے تو وہی صحابہؓ آمنا و صدقنا بھی کہہ دیتے تھے۔ حالانکہ کیا عرب کے مشرک اور کیا عیسائی اور کیا یہودی سب کے سب انگشت بدنداں ہو رہے تھے کہ کون وہ طاقت ہے جو یہ کلمات آپ کی زبان مبارک سے نکلوا رہی ہے۔ اُن لوگوں کی حیرانگی کا تو یہ حال تھا۔ مگر آج تیرہ سو برس

کے بعد پادری ٹسڈل کو یہ سوجھ گیا کہ ہاں وہ آمنا وصدقنا کہنے والے صحابہؓ ہی تھے جو آپ کو قرآنی مضامین سکھاتے تھے۔

پادری صاحب نے اس سوال کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضامین زیر بحث کو کس طرح زردشتی کتب سے حاصل کیا چوتھا جواب یہ دیا ہے کہ از تصنیفات مؤرخین عرب ویونان معلوم است کہ قبل از تولّد حضرت محمدؐ و در ایام وے پادشاہانِ ایران بر بسیارے از ممالک عرب حکمرانی مے نمودند ابوالفدا مارا مطلع ساختہ است کہ انوشیروان کسرے افواج خود را در سلطنت حیرہ فرستادہ حارث ملک آں مملکت را از تختش اخراج نمودہ منذر بار السمار را کہ مطیع خود بود بعوض وے بر سریر شاہی بنشاند و بعد ازاں ہماں پادشاہ نامدار قشون خود را کہ وہرز سپہ سالار آں بود بہ یمن روانہ داشتہ و اہل حبش را خارج گردانیدہ ..... لہٰذا آشکار است کہ اہل ایران در ایام حضرت محمدؐ و قبل ازاں ہم با اہل عرب معاشرت کلی داشتند و چونکہ ایشاں از اعراب جاہلیت در علوم و مدنیت بنہایت بیشتر ترقی کردہ بودند مناسب بود کہ دین و رسوم و علوم شاں بر اعراب تاثیر فراواں کند یعنی عربی اور یونانی مؤرخوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیشتر اور آپ کے عہد میں بھی جزیرہ نمائے عرب کے بہت سے حصوں پر فارس کے بادشاہ حکمران تھے چنانچہ نوشیروان کسرے نے حیرہ کی طرف ایک فوج بھیجکر شاہ حارث کو شکست دی۔ اور اس کی جگہ منذر کو تخت نشین کیا۔ اس نے ایک اور فوج یمن کی طرف بھیجکر ابی سینا کے حملہ آوروں کو باہر نکال دیا۔... اب اس سے ظاہر ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیشتر اور آپ کے عہد میں فارس کے لوگ عرب میں ہمیشہ آتے جاتے تھے اور چونکہ وہ عرب کی جاہل اقوام سے زیادہ ترقی یافتہ تھے اس لیئے اِنکے مذہب۔ انکے عادات اور رسم و رواج پر اُن کا بڑا اثر پڑا ہوگا۔"

عرب کے صرف دو ہی علاقے ہیں یعنی یمن اور حیرہ جو اہل فارس کے تحت میں تھے۔ اور وہ دو حملے جن کا ذکر پادری صاحب نے کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نہیں بلکہ آپ کے عہد مبارک میں ہی ہوئے تھے۔ یمن کا صوبہ خلان اور حمیر کی اولاد کے قبضہ حکومت

میں تھا اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے پچیس سو سال تک اسپر حکومت کی تھی۔ آخر کار انکی سلطنت سنہ ۵۲۹ء میں پامال کی گئی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے صرف چالیس برس پہلے اہل حبشہ کے حملہ سے تباہ ہوئی مگر دوبارہ حمیر کا خاندان ملک یمن میں سنہ ۶۰۳ء میں فارس کی حکومت کے ماتحت بحال کیا گیا پس معلوم ہوا کہ وہ حملہ جس کی طرف پادری صاحب نے اشارہ کیا ہے وہ سنہ ۶۰۳ء یعنی اسوقت ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیس ۳۰ اور چالیس برس کی عمر کے بین بین تھے۔ اور حیرہ کی سلطنت کی بنیاد کو کسرے نے پہلے حملے کے سات سال بعد یعنی سنہ ۶۱۰ء میں اُکھاڑا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد۔ یہ اصلی حقیقت ہے اُن دو حملوں کی جس کو پادری صاحب نے بیان کر کے عوام کو یہ دھوکہ دینا چاہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ مچ پارسیوں سے ہی قرآن شریف کی بعض تعلیمات سیکھی تھیں۔ اب میں ذیل میں چند ایک غور طلب امور پیش کرتا ہوں جو کہ امید قوی ہے کہ پادری صاحب کے خیالات کے پول کو ناظرین پر ظاہر کر دینگے۔ اوّل۔ پادری صاحب نے جن دو حملوں کا ذکر کیا ہے وہ حملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپکے زمانہ بعثت کے قریب واقع ہوئے اور جیسا پادری صاحب بیان کرتے ہیں آپکے زمانہ سے پہلے یہ حملے واقع نہیں ہوئے تو کیا (پادریوں کے سوائے) کسی کی عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جونہی اِدھر یہ دو فارسیوں کے حملے یمن اور حیرہ پر ہوئے تو اُدھر فوراً مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوزخ۔ بہشت اور فرشتوں کے متعلق وہ مضامین پہنچ گئے جو قرآن شریف کی شروع ہی کی سورتوں میں موجود ہیں۔ اور ایسا ہی آپنے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کا کلمہ بھی سُن لیا۔ اور یہ باتیں اور کسی کو نہیں پہنچیں صرف ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی پہنچیں جو کہ دنیا سے الگ حرا کی غار میں گوشہ نشین تھے۔ دوئم یہ کہ یمن اور حیرہ کے صوبوں میں فارسی لوگ کبھی آباد نہیں ہوئے جس سے کہ یہ سمجھا جا سکے کہ شاید فارسیوں کے وہاں آباد ہونے سے انکے عقائد عرب کے ریگستان میں اِدھر اُدھر پھیل گئے۔ پادری صاحب کی تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ فارس کی فوج نے ابی سینیا کے حملہ آوروں کو یمن سے نکالکر حیرہ کے پُرانے خاندان ہی کو اس کی حکومت پر بحال کیا تھا۔ اور دوسرے

واقعہ کے متعلق بھی پادری صاحب اقرار کرتے ہیں کہ حیرہ کے پہلے بادشاہ کو تخت سے اُتار کر اسکی جگہ ایک اور بادشاہ منذر نامی کو تخت پر بٹھلایا تھا۔ اور چونکہ یہ ظاہر ہے کہ ان صوبوں میں فارسیوں کی کوئی بھی بستی نہ تھی۔ اِس لیئے زردشتی تعلیم اور اصول کا اسقدر جلد عرب کے ریگستان میں پھیل جانا ایک ناممکن الوقوع امر ہے۔ کون اس بات کو تسلیم کرسکتا ہے۔ کہ بس ادھر فارسیوں کی چھوٹی سی فوج کا جنگ سے فارغ ہی ہونا تھا کہ ادھر باقی ماندہ آدمیوں کو یہی سوجھا اور انہوں نے آناً فاناً یمن سے لیکر مکّہ تک اپنے عقاید کا اعلان کردیا اور وہ بھی سُنے کس نے۔ ایک اُمّی غاروں میں زندگی بسر کرنیوالی پاک روح نے (ہزار ہزار برکتیں اور رحمتیں خدا کی اسپر ہوں) بھلا کبھی ایسا بھی ہوا ہے؟ جو لوگ اپنے عقاید اپنے محکوموں میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ وہ ایسی جلد بازی نہیں کیا کرتے۔ وہ اپنی بستیاں انکے درمیان آباد کرتے ہیں۔ صلح اور آشتی کے ساتھ انکے درمیان بود و باش اختیار کرتے ہیں اور اس طرح آہستہ آہستہ اپنے عقیدوں اور اصولوں کی عقدہ کشائیاں کرتے ہیں۔ لیکن پادری صاحب کی اپنی ہی تحریر سے صاف ثابت ہے کہ یمن اور حیرہ کے صوبے صرف فارسیوں کی حفاظت میں تھے فارسیوں نے وہاں اپنی کوئی بستی نہیں بنائی۔ اس لیئے ثابت ہوا کہ وہم پرست پادری صاحب کا استدلال محض باطل ہے۔

سوئم یہ کہ یمن اور حیرہ کے اضلاع جزیرہ نمائے عرب کے کناروں پر واقع ہیں اور مکّہ ان دونوں سے بہت ہی بڑے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور ان دو صوبوں کی آپسمیں اور مکّہ کے شہر کے ساتھ کوئی آمد و رفت یا راہ و رسم نہ تھی۔ نقشہ دیکھنے سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ یمن جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مغربی گوشے پر واقع ہے۔ اور حیرہ ملک عراق میں شمال مشرقی گوشے پر واقع ہے۔

چہارم پادری صاحب نے بھولے منہ سے یہ تو دعوی کردیا ہے کہ فارسیوں کی تعلیم نے عرب کے جاہل لوگوں کے مذہبی عقاید اور علم پر (اسقدر قلیل مدت میں) بہت بھاری اثر کردیا تھا۔ مگر اس اثر کی کوئی مثال پیش نہیں کی تا ناظرین کو یہ بھی معلوم ہوجاتا کہ آپکا دعوی کس حد تک درست ہے، ہاں آپنے النضر بن الحارث کی حکایت بیان کی ہے کہ وہ

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد قریش کی ایک جماعت میں آیا اور اُس نے رستم اور اسفندیار اور شاہان فارس کے قصے انکو سنا کر کہا "میں خدائے تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قصص میری کہانیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ وہ محض گذشتگان کی حکایتیں ہیں اُس نے بھی اسی طرح لکھدیں جسطرح مینے لکھدیں"۔ ناظرین یہی ایک قصہ ہے جو پادری صاحب نے اس بڑے دعوے کے لئے پیش کیا ہے کہ فارسیوں کی تعلیم کا اثر عرب کے لوگوں پر آناً فاناً ہوگیا تھا۔ اس قصہ سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ عرب کے کناروں پر ایرانی حملوں کے بعد زردشتی تعلیم کا اثر عرب کے لوگوں پر ہوگیا تھا۔ کیا کسی دشمن اسلام کو ایک دو فارسی قصوں کا محض یاد ہونا اس بات کی دلیل ہو سکتی ہے کہ دو ہی فارسیوں کے حملوں سے عرب کے لوگوں میں زردشتی تعلیم نے آناً فاناً ایک عظیم الشان اثر پیدا کر دیا تھا۔ برخلاف اس کے متذکرہ بالا قصہ اگر سچا مانا جائے تو وہ صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ کہانیاں محض النضر بن الحارث کو یاد تھیں۔ اور باقی اہل مکہ کے لئے وہ نئی کہانیاں تھیں۔

پنجم۔ اُن مضامین پر جن کا کھوج پادری صاحب زردشتیوں کی کتب میں لگاتے ہیں صرف ایک سرسری نظر ڈالنا پادریصاحب کے بیانات کی بیہودگی کو ظاہر کر دیگا۔ وہ مضامین ہی ایسے ہیں کہ جن کی نسبت یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایک یا دو ہی حملوں سے عرب کے ریگستان میں اسقدر جلد پھیل گئے کہ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں بھی پہنچ گئے۔ ناظرین پہلے پادری ٹسڈل کے اُن حوالوں کو بغور نظر ملاحظہ فرمائیں جنکو وہ زردشتی صحیفوں سے نقل کرتا ہے اور پھر دیکھیں کہ آیا وہ واقعی ایسی ہی باتیں ہیں جو عرب کے تمام لوگوں میں اسقدر قلیل مدت میں پھیل سکتی تھیں۔ (۱) صفحہ ۲۱۸ پر پادری صاحب فرماتے ہیں واضح باد کہ کتابے میان کتب زردشتیہ مسمی بہ دساتیر آسمانی موجود است .... زردشتیاں مے گویند کہ بزبان آسمانی مکتوب شدہ۔ و در ایام خسرو پرویز بزبان دری ترجمہ گشتہ است .... محتوی است بر پانزدہ صحیفہ نازلہ بر پانزدہ پیغمبر.... و از آں جملہ حضرت زردشت سیزدھم است و آیت دوم ہر یک ازیں صحیفہ ہمین است

بنام ایزد بخشایندہ بخشایش گر۔ مہربان دادگر۔ و ہر کس مے بیند کہ ایں قول با آنچہ برسر صد و سیزدہ سورہ از سورہ ہائے قرآن مکتوب است یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مطابقتے دارد و الفاظ اوّل بوندھشنیہ نیز مثل آنست یعنی بنام اورمزد آفرینندہ۔ یعنی زردشتیوں کے پاس وساتیر آسمانی نام ایک کتاب ہے جس کو زردشتی لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ آسمانی زبان میں لکھی گئی تھی اور خسرو پرویز کے زمانے کے قریب وہ دری زبان میں ترجمہ کرائی گئی۔ اس میں پندرہ کتابیں ہیں جو پندرہ نبیوں پر نازل ہوئی تھیں جن میں خود زردشت تیرھواں نبی تھا ان سب کتابوں کی دوسری آیت یہ ہے "بنام ایزد بخشایش گر مہربان دادگر"۔ اور ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ ان الفاظ کے مطابق ہیں جو قرآن کی ہر سورۃ کے سرے پر ہوتے ہیں یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اور ایک اور زردشتی کتاب کا پہلا فقرہ یہ ہے "بنام اُرمزد آفرینندہ۔ (ب) پادری صاحب خیال کرتے ہیں کہ پل صراط کی تعلیم زردشتیوں کی کتاب دین کرت کے مفصلہ ذیل عبارت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخذ کی:۔ ادامیکنم آں پرستش ترا بخیال و گفتار و کردار بہ تا بمانم در راہ روشن تا نرسیدہ باشم بسزائے گران دوزخ۔ درگذرم از چینود برسم تا بآں مسکن بہترین پر بوئے تمام مرغوب ہمیشہ درخشان۔ یعنی میں تیری عبادت اپنے نیک خیال اور نیک اقوال اور نیک اعمال کے ساتھ ادا کرتا ہوں تا روشن راستہ پر پر رہوں اور جہنّم کے سخت عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ تاکہ میں چینود کو عبور کر کے اُس مبارک ٹھکانے میں پہنچ جاؤں جو کہ خوشبو سے پُر اور ابدی خوشحالی اور امن کی جگہ ہے (ج) پھر پادری صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حال اپنے معراج کا بیان کیا ہے، وہ ارتائے ویراف نامک سے لیا گیا۔ یہ ایک کتاب ہے جو ہجرت سے ۴۰۰ برس پہلے اردشیر کے زمانہ میں لکھی گئی تھی۔ اور وہ عبارت یوں ہے:۔ (ترجمہ اردو) "ہم نچلے آسمان کی طرف اوپر بڑھے اور وہاں ہم نے پاک روحوں کے فرشتے کو دیکھا کہ شعلہ کی طرح چمکتی ہوئی روشنی دے رہا تھا" اسی طرح پر ہمیں بتلایا گیا ہے کہ ارتا علی الترتیب دوسرے تیسرے اور چوتھے آسمانوں کی طرف بڑھا یہاں تک کہ وہ بتلاتا ہے کہ "آخرکار میرا رہبر اور آگ کا فرشتہ بہشت دکھلا کر مجھے دوزخ کی طرف لے گئے"۔ یہ تین نمونے کافی طور سے ظاہر کرتے ہیں کہ پادری ٹسڈل کا یہ بیان

عمرالدین

کیسا بیہودہ ہے کیونکہ یہ مضامین صرف دو ہی فارسی حملوں سے عرب کے جاہلوں کے درمیان ایک قلیل مدت میں مشہور ہو گئے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ پادری صاحب کے پاس کوئی معقولی یا منقولی ثبوت اس بات کا ہرگز نہیں ہے کہ درحقیقت فارسیوں نے اہل عرب کے خیالات۔ عادات اور ان کے علم پر ایسا اثر ڈالا تھا کہ جس سے وہ انکے صحیفوں کے مذکورہ بالا دقیق مضامین سے واقف ہو گئے تھے۔ کیا کوئی عقلمند اس امر کو قبول کر سکتا ہے کہ صحرائے عرب کے رہنے والے زردشتیوں کی پرانی کتابوں سے اس قدر آگاہی رکھتے تھے کہ انکو انکے اندرونی مضامین سے بھی آگاہی تھی اور انکو یہ بھی علم تھا کہ انکی بعض کتابوں کا دوسرا فقرہ اس طرح پر ہے۔

الغرض صرف یہی امر کہ ایرانیوں نے یمن اور حیرہ پر دو حملے کیے تھے اس بات کو ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے ایک نہایت قلیل مدت میں تمام جزیرہ نما عرب کے لوگوں کے خیالات اور معلومات پر اسقدر عظیم الشان اثر پیدا کر لیا تھا کہ وہ پرانی زردشتی کتابوں سے بھی خوب واقف ہو گئے تھے (جنکو غالباً خود ایرانی بھی اچھی طرح سے نہیں جانتے تھے) یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتابوں کے مضامین کو قرآن شریف میں داخل کر دیا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جو ربّ العالمین ہے ہر ایک ملک میں نبی بھیجے جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ۔ یعنی ہر ایک اُمّت میں نذیر آئے وہ ایک ہی تعلیم لائے اور ویسے ہی تجارب انکو پیش آئے۔ اسلئے اگر قرآن شریف کی کوئی خاص عبارت پرانی زردشتی صحیفوں کے مضامین سے مطابقت رکھتی ہے اور اگر ایران کے کسی نبی کو بھی اس قسم کا معراج نصیب ہوا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا (جو درحقیقت کل انبیاءؑ کے معراجوں سے بڑھا ہوا تھا) تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُس پاک نبی نے (ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں خدائے تعالیٰ کی اس پر ہوں) زردشتی کتابوں کی نقل کی تھی یا کسی زردشتی عالم سے سازش کر لی تھی۔ **نعوذ باللہ منہا**۔ برخلاف اسکے اسقدر مطابقت اور موافقت کا (بغیر کسی ظاہری ذریعہ کے) انمیں پایا جانا اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ ان تمام کتابوں کا ایک ہی سرچشمہ ہے اور ان کتابوں کے سکھانیوالے اُسی زبردست ہستی کے رسول اور مقبول تھے۔ اس قسم

کی مشابہت صرف اسلام اور زردشتی مذہب تک ہی محدود نہیں بلکہ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ اور یہ موافقت اس لیئے نہیں کہ ان نبیوں نے ایک دوسرے سے یہ تعالیم اخذ کرلی تھیں بلکہ اس لیئے کہ انہوں نے ایک ہی سرچشمے سے یہ تعالیم حاصل کیں اُن تعالیم کا مختلف زمانوں اور مختلف مقاموں میں مختلف قسم کے لوگوں پر مختلف زبانوں میں نازل ہونا اور پھر اُن کا باہم مشابہ بلکہ مطابق ہونا اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ وہ ایک ہی زبردست ہستی کی طرف سے نازل ہوئیں۔ الغرض پادری ٹسڈل نے قرآن شریف کی تعالیم کو دوسرے نبیوں کی تعالیم سے مطابق اور موافق دکھلاکر یہ ثابت کردیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سچے نبی تھے۔ (باقی انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ)

ماہوار رپورٹ

ایک نشان:- اس رپورٹ میں سب سے پہلے مَیں اللہ تعالیٰ کے ایک نشان اور اس کے ایک فضل کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے نشانات ایک تو وہ ہیں جن سے یہ صحیفہ قدرت بھرا پڑا ہی۔ جدھر نظر اُٹھاکر دیکھو اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی قدرت کے نشانات نظر آتے ہیں۔ مگر چونکہ اکثر نظریں غفلت کے بہت سے پردوں کے نیچے ہیں اور خلق السّموات والارض میں تدبّر و تفکر سے کام لینے والے بہت تھوڑے ہیں۔ اسلیئے اللہ تعالیٰ انسان کی بھلائی کیلیئے وقتاً فوقتاً دنیا میں ایسے لوگوں کو بھیجتا رہا ہی جن کے ذریعہ سے اسکے ایک دوسری قسم کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں جو زیادہ بیّن ہونیکی وجہ سے لوگوں کی نظروں کو اپنی طرف متوجہ کرکے ان میں خدا کی ہستی پر یقین کامل پیدا کردیتے ہیں۔ یہ لوگ چونکہ صدیوں بعد آتے ہیں اسلیئے ان کے نشانات انکی اپنی دنیوی زندگی کے دائرہ تک ہی محدود نہیں ہوتے بلکہ انکی وفات کے بعد بھی صدہا بلکہ ہزاروں سالوں تک ان نشانات کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور ان نشانات کے ظہور سے اس عالم الغیب کے وجود کا پتہ لگتا رہتا ہی جو صدیوں پہلے آنیوالے واقعات کا اظہار اپنے برگزیدہ بندوں کے مُنہ سے کراتا رہتا ہے۔ اور ان نشانات کی طرف تھوڑی سی توجہ سے بھی انسان اپنے مالک حقیقی کے وجود کا یقینی پتہ پاکر وہ لذت اُٹھاتا ہے۔ جو محض صحیفہ قدرت کے نشانات پر غور کرنیوالے انسان کو میسر نہیں آسکتی۔ اور پھر اس لذت سے وہ اپنا تعلق اس پاک

ذات سے بڑھانا اور ان اعلیٰ صفات اور اخلاق کو اپنے اندر لیتا ہے جن سے باری تعالیٰ کی قدوس اور بے عیب ذات بوجہ اتم واکمل متصف ہے۔ ایسا ایک کامل انسان بلکہ انسانوں میں اکمل ترین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کے نشانات ہم اس زمانہ میں جو تیرہ صدیاں آپ کی وفات پر گذر چکیں پورے ہوتے دیکھتے ہیں۔ مگر غفلت شعار انسان کا بھی یہ حال ہے کہ قدم قدم پر نشان دیکھ کر بھی اور بدیہی سے بدیہی نشان دیکھکر بھی وہ غفلت کے گڑھے سے قدم باہر نہیں نکالتا اور اس پستی سے جس میں اسکی روح اللہ تعالیٰ سے دور ہو کر گر چکی ہے اوپر کی طرف قدم اٹھانا اسکے لئے نہایت ہی دشوار ہو رہا ہے انسان کی اس حالت کی طرف ہی اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ سورہ یوسف کے اخیر میں اپنے برگزیدہ نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یوں فرماتا ہے وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین کہ تم کتنا ہی چاہتے ہو کہ لوگ ایمان لاویں مگر اکثر ان میں سے محروم ہی رہے جاتے ہیں۔ یہ کیوں ہوتا ہے؟ فرماتا ہے وکاین من اٰیۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون۔ اس لئے نہیں کہ انکو نشان دکھلائے نہیں جاتے۔ بلکہ اس لئے کہ کتنے ہی نشان آسمانوں میں اور زمین میں ان کو دکھائے جاویں پر وہ ایسے پستی کی طرف جھکے ہوئے ہیں کہ انکے اوپر سے گذر جاتے ہیں اور پروا تک نہیں کرتے یہی حالت ہمارے اس زمانہ میں بھی دیکھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں بھی اپنے ایک برگزیدہ بندہ کو منتخب فرما کر اپنے کلام سے مشرف فرمایا اور اسکو اس زمانہ کیلئے خدا نما بنایا مگر کتنے انسان ہیں جو بہت سے ان نشانات کے ساتھ یمرون علیہا وھم عنہا معرضون کا سلوک کرتے ہیں۔ وہ نشان پیش کئے جاتے ہیں مگر انکی طرف وہ توجہ بھی نہیں کرتے ہاں جیسا اللہ تعالیٰ کا قانون ہے ایسے برگزیدہ بندوں کے نشانات صرف اپنی زندگی تک محدود نہیں ہوتے بلکہ وہ ایک دراز زمانہ تک اپنا اثر دکھلاتے رہتے اور غور کرنیوالی طبیعتوں کے لئے ہستی باری تعالیٰ کی طرف سچے رہنما کا کام دیتے رہتے ہیں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود اگرچہ اپنا کام کر کے اور بہت سے نشانات اپنی زندگی میں دکھا کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے مگر انکے نشانات صادقوں کی طرح انکی زندگی کے بعد بھی اسی طرح ظاہر ہو رہے ہیں جسطرح وہ انکی زندگی میں ظاہر ہوتے تھے۔ چنانچہ انہی نشانات

میں سے ایک تازہ نشان کی طرف میں اپنے احباب کو بالخصوص اور جملہ طالبان حق کو بالعموم توجہ دلاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت مغفور نے ایک دفعہ رویا میں دیکھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب ایک گھوڑی پر سوار ہوئے ہیں اور گر گئے ہیں۔ جو لوگ حضرت مولوی صاحب کی طرز زندگی سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ حضرت مولٰنا کی طبیعت ایسے مشاغل سے کہ آپ گھوڑوں کی سواری کا شوق رکھیں کسقدر دور واقع ہوئی ہے۔ اور یہ کوئی آج کی بات نہیں جب حضرت مغفور نے یہ رؤیا دیکھا تھا اسوقت بھی بلکہ اس سے پہلے سے ہی حضرت مولوی صاحب کے اشغال اس قسم کے تھے کہ ایسی پیشگوئی قیاس کی بنا پر ایک محال امر تھا۔ کیونکہ اگر ایک شخص مثلاً گھوڑوں پر اکثر چڑھتا ہے یا اپنے پاس گھوڑی رکھتا ہے اور گھوڑے کی سواری بھی کبھی تفریحاً کر لیتا ہے۔ تو اس کے متعلق تو ایسا خیال بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کبھی گھوڑے پر چڑھے اور اس سے گر جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا خیال ایک رؤیا کا رنگ اختیار کرے اور اتفاقاً اس کے گھوڑی سے گر جانے سے وہ بات پوری ہو جائے۔ ایسی حالت میں پیشگوئی کی کوئی عظمت نہیں ہو سکتی۔ مگر ان باتوں کے برعکس ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح کو کبھی بھی اس قسم کا شوق نہیں ہوا۔ ہاں جب وہ بعض معزز عہدوں پر ممتاز رہے ہیں تو ضرورتاً اسوقت گھوڑی کی سواری بھی کر لیتے تھے۔ مگر جب سے آپ ان تمام باتوں سے قطع تعلق کر کے قادیان میں تشریف لے آئے یہ تمام باتیں ساتھ ہی جاتی رہیں۔ قادیان میں حضرت موصوف کے اشغال شروع سے ہی صرف قرآن کریم کا درس، حدیث شریف کا درس مطالعہ کتب تصنیف کتب اور مریض جو باہر سے قادیان میں آجاویں انکو دیکھنا اور علاج کرنا رہے ہیں۔ اور گھوڑوں کی سواری کا خیال یا شوق تو ایک طرف رہا آپکو پیدل سیر کے لئے بھی کبھی شوق نہیں ہوا۔ غرضکہ جو شخص ادنیٰ واقفیت بھی حضرت خلیفۃ المسیح کی طرز زندگی سے رکھتا ہے وہ خوب سمجھ سکتا ہے کہ ظاہر حالات میں ان واقعات کا خود بخود پیدا ہونا جن سے یہ پیشگوئی پوری ہو کہ آپ ایک گھوڑی پر چڑھے ہیں اور گر گئے ہیں ایک کیسا مشکل امر تھا۔ مگر اسی عالم الغیب نے جس نے کئی سال قبل از وقوع اس بات کو بتایا تھا۔ آخر اپنی خاص مصلحت سے ان واقعات کو پیدا کر کے اس نشان کو پورا کر دکھایا۔ ۱۸ نومبر گذشتہ کو خانصاحب محمد علی خانصاحب مالیرکوٹلہ سے واپس تشریف لا کر قادیان میں وارد ہوئے جمعہ کا دن تھا حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے جمعہ کی نماز پڑھائی جناب نواب صاحب بھی نماز جمعہ میں موجود تھے اور نماز جمعہ کے بعد آپ نے حضرت خلیفۃ المسیحؑ سے ملاقات بھی کی مگر حضرت خلیفۃ المسیح

پہلے سے یہ ارادہ کر چکے تھے۔ کہ سُنّت کے مطابق نواب صاحب کی کوٹھی پر جا کر اُن سے ملاقات کریں۔ چنانچہ اس غرض کے لیئے آپ نواب صاحب کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ قریباً ایک میل کا فاصلہ ہے اس لیئے شہر سے باہر نکلتے ہی گھوڑی پر سوار ہوئے ساڑھے چار بجے شام کے وہاں سے واپس آتے ہوئے پھر اسی گھوڑی پر سوار ہوئے۔ شہر کے قریب پہنچکر گھوڑی بے قابو ہو گئی اور آخر ایک گلی کے موڑ پر ایک ایسی جگہ پر آکر آپ گرے جہاں دو تین پتھر پڑے ہوئے تھے۔ اور بہت سی چوٹیں آئیں جن میں سے ایک سخت چوٹ دائیں آنکھ کی اوپر کی طرف اور کچھ حصّہ پیشانی پر آئی۔ اسہال وغیرہ بعض بیماریوں کی وجہ سے آپ پہلے ہی کمزور ہو رہے تھے پھر اسپر ایسی شدید چوٹیں اور ایسا سخت صدمہ۔ بہت دنوں تک ضعف اور طرح طرح کی پیچیدگیاں سے جو اس مرض میں پیدا ہو گئیں سب احباب نہایت درد مند دلوں سے دعاؤں میں ہی مصروف تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا اور بڑا زخم اب قریباً اچھا ہو چکا ہے۔ گو ابھی تک ضعف بہت ہے۔ امید ہے کہ ایام جلسہ تک آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بکلی صحتیاب ہو جاویں گے۔ سب احباب دست بدعا رہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفائے کامل عطا فرماوے الحمدللہ کہ جہاں یہ نشان اسطرح پر پورا ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس جماعت پر رحم فرما کر حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی گویا دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ گھوڑی سے گرنیکی خبر فی الواقع یہی بتاتی تھی کہ کوئی خطرناک بات ہے کیونکہ اگر معمولی طور پر گرنا ہوتا تو اس کیلیئے ایسی پیشگوئی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ دوسرے اس رؤیا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو کس قدر روحانی تعلق حضرت خلیفۃ المسیحؑ سے تھا کہ آپ کو انکی زندگی کے وہ واقعات بھی قبل از وقوع دکھائے گئے جو آپ کی وفات کے بعد پیش آنیوالے تھے۔ درحقیقت بغیر شدید تعلق روحانی کے رؤیا میں آپکے متعلق ایسے واقعہ کا دکھایا جانا سمجھ میں نہیں آسکتا۔ بالآخر ان لوگوں کو جو سینکڑوں آور نشانات سے اعراض کر کے جو حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر انکی زندگی میں دکھائے گئے ایک دو پیشگوئیوں پر اپنا سارا زور لگا رہے ہیں جو وہ بھی گو ایک مخالف کتنے ہی اعتراض کرے مگر عین سُنّت اللہ کے مطابق واقع ہوئی ہیں۔ ان لوگوں کو میں یہ کہتا ہوں کہ کیا تاریخ دنیا کوئی ایسا جھوٹا مدعی پیش کر سکتی ہے جس کی پیشگوئیاں اسطرح پر اس کی زندگی کے بعد بھی پوری ہوتی رہی ہوں۔ اگر ایسا نہیں اور میں دعوے سے کہتا ہوں

ص آپ نے بہت تکلیف اٹھائی

کہ ایسا ہرگز نہیں تو پھر میں کہتا ہوں کہ جو نشانات حضرت صاحب کی زندگی میں واقع ہوچکے انکو الگ رکھکر اب انہی نشانات کو دیکھتے جاؤ جو حضرت مغفور کی وفات کے بعد ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور اس بات سے خوف کرو کہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جن کی نسبت یہ ارشاد الٰہی صادر ہوا ہے —

وکاین من اٰیۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون۔

غیب کی خبروں کا ایسا علم کہ ایک شخص اپنی وفات سے سالوں بعد پیش آنیوالے واقعات کو ایسی صراحت سے اپنی زندگی میں بتا سکے یہ صرف خدا کے سچے برگزیدوں کی نشانی ہے۔ اللہ تعالٰی سب طالبان حق کو اس حق کی طرف سچی ہدایت فرماوے۔ آمین۔

سالانہ جلسہ :- سالانہ جلسہ ۲۵-۲۶-۲۷- دسمبر کو قرار پایا ہے۔ صدر انجمن کی درخواست پر حکام ریلوے نے یہ رعایت ریل کے کرایہ میں منظور فرمائی ہے کہ جو اشخاص ایک سو میل سے زیادہ فاصلہ سے بغرض شمولیت جلسہ آنا چاہیں انکو بشرطیکہ وہ تیسرے درجہ کا ٹکٹ لیں۔ اصل کرایہ سے ڈیوڑھا کرایہ دینے پر آمدورفت کی اجازت ہوگی۔ اس غرض کیلئے دفتر سکرٹری سے چھپے ہوئے سرٹیفکٹ جاری کیئے جاویں گے۔ ان سرٹیفکٹوں کی خانہ پُری کر کے ریلوے سٹیشن پر دینے سے ڈیوڑھا کرایہ لیکر رعایتی ٹکٹ مل جائیگا۔ اس ٹکٹ کا نصف حصہ بٹالہ اترتے وقت دیدینا چاہیئے اور واپسی کا حصہ اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہیئے واپسی کے وقت بٹالہ سٹیشن سے ٹکٹ لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ۲۰- دسمبر سے لیکر ۲۶- دسمبر تک یہ سرٹیفکٹ کام دے سکیں گے۔ ۱۹- دسمبر اور اس سے پہلے یا ۲۷- دسمبر اور اس کے بعد ان سرٹیفکٹوں پر رعایتی ٹکٹ نہ مل سکیگا۔ اور واپسی کے لیئے دس دن سے زیادہ نہ ملیں گے یعنی جس تاریخ کو ٹکٹ لیا ہے اس سے دس دن کے اندر اندر اسی سٹیشن پر واپس پہنچ جانا ضروری ہوگا۔

انجمنیں آنیوالے احباب کا اندازہ کرکے اور جہاں انجمنیں نہیں ہیں خود وہ احباب بہت جلد دفتر سکرٹری میں اطلاع دیں کہ وہ کس تاریخ بٹالہ سٹیشن پر پہنچیں گے۔ اور کس قدر تعداد میں تاکہ بٹالہ میں اسباب لانے کے لیئے چھکڑوں کا مناسب انتظام کیا جاوے۔ چھکڑوں کا انتظام بٹالہ میں صرف تین دن کے لیئے ہوگا یعنی ۲۴ دسمبر ہفتہ کے دن دس بجے دن کے پہنچنے والی گاڑی سے لیکر ۲۶- دسمبر یعنی پیر کے دن ایک بجے والی

گاڑی تک۔ کیوں کہ ۲۷۔ دسمبر بعد از دوپہر جو احباب واپس جانے والے ہوں گے ان کے لیئے انتظام کرنا ضروری ہوگا۔ عموماً رات کے دس بجے والی یا دن کے دس بجے والی گاڑی میں پہنچنا زیادہ مفید ہوگا کیونکہ ان گاڑیوں پر پہنچنے والے احباب کے بستر اور سامان شام کے سات آٹھ بجے تک قادیان پہنچ سکیں گے اور جو احباب ایک بجے بٹالہ پہنچیں گے انکے بستر دس گیارہ بجے رات تک بمشکل پہنچ سکتے ہیں۔ اور اس طرح پر انکو تکلیف ہوگی۔ پس عموماً احباب یہ کوشش کریں کہ یا رات کے دس بجے کی گاڑی میں بٹالہ پہنچیں اور یا دن کے دس بجے والی گاڑی میں۔ یکوں پر آنیوالے احباب کو ایسی پابندی کی ضرورت نہیں ہے۔ بٹالہ میں کچھ احباب موجود رہیں گے جو حتی الوسع ہر قسم کی مدد بٹالہ سٹیشن پر دینے کو تیار ہوں گے۔

ایڈورڈ میموریل فنڈ:۔ گذشتہ اجلاس میں مجلس معتمدین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایک ہزار روپیہ اس فنڈ میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے پروونشل فنڈ میں دیا جاوے اور دس ہزار روپیہ ہسپتال کی تعمیر میں لگایا جاوے۔ اس لیئے سب احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ بہت جلد اس روپیہ کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ کل گیارہ ہزار روپیہ جمع ہو جانا ضروری ہے تاکہ روپیہ بھی دیا جاوے اور ہسپتال کی تعمیر کا کام بھی شروع ہو جائے۔

کانفرنس انجمنہائے احمدیہ:۔ کانفرنس انجمنہائے احمدیہ ایام جلسہ میں ہوگا۔ ذیل کے دو امور کا اس کانفرنس میں پیش کیا جانا مجلس معتمدین نے منظور کیا ہے۔ اگر اور کوئی تحریک کوئی صاحب اس کانفرنس میں پیش کرنا چاہتے ہوں تو اسکی اطلاع دفتر سکرٹری میں دیں۔ دو امور یہ ہیں۔

(۱) ہر ایک انجمن یہ کوشش کرے کہ اس کے سب ممبر کم از کم بحساب دو پیسے فی روپیہ اپنی ماہوار آمد میں سے بطور چندہ مدات لنگر خانہ۔ ہائی سکول۔ اشاعت اسلام و مدرسہ احمدیہ کے اخراجات کو چلانے کیلیئے باقاعدہ ادا کریں۔ اور ایسے معاونین کی تعداد کو دس ہزار تک پہنچانے کی کوشش کی جاوے۔

(۲) جن انجمنوں نے ابتک پابندیٔ قواعد کی طرف توجہ نہیں کی۔ انکو قواعد چلانے کیلئے کیا کارروائی کی جاوے۔

حسب رزولیوشن نمبر ۱۵۰ جماعت احمدیہ سانگلہ کی درخواست کے مطابق مجلس معتمدین نے یہ منظور کیا ہے کہ حکیم محمد صالح صاحب ضلع لائل پور اور گوجرانوالہ کے متصلات سے چندہ وصول کریں جس کے لیئے انکو رسید بکیں دیجاوینگی ہر ایک رقم جو وہ وصول کریں لازم ہوگا کہ اس کی رسید اپنے دستخطوں سے معطی کو دیں اور رسید کی ایک نقل مثنے پر رہے یہ تمام رسیدوں کے مثنے وہ ہر ماہ کے اخیر پر دفتر سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان میں مع تفصیل حساب کہ اس قدر روپیہ سارے مہینہ میں وصول ہوا ہے بھیجدیا کریں لہذا احباب کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ وصولی چندہ میں ان کی امداد کر کے مشکور فرماویں۔

محمد علی

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

نوٹ اور رائیں۔

مسیحی ملکوں میں مسیحی مذہب کا زوال۔

شہر نیویارک کا اخبار آؤٹ لک لکھتا ہے کہ گرجا سے غیر حاضر رہنے والے مسیحیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ ذیل میں ہم بعض اُن وجوہات کا ذکر کرتے ہیں جو خود غیر حاضر رہنے والے مسیحیوں نے بیان کی ہیں۔ ایک ہاورڈ کلاس کے سکرٹری نے اپنی پندرہ سالہ رپورٹ تیار کرنے سے پہلے تمام ممبروں سے بند لفافوں میں یہ سوال کیا کہ وہ گرجا جانے سے کیوں پرہیز کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ جتلا دیا کہ کسی کا نام رپورٹ میں ظاہر نہیں کیا جاویگا اس لیئے ہر ایک اُن میں سے بلا تکلف اپنی رائے کا اظہار کر سکتا ہے۔ ۴۰۰ سو گریجویٹ ممبروں سے جن کا نام فہرست میں درج تھا سوال کیا گیا جن میں سے ۳۷۰ آدمیوں نے جواب بھیجا۔ بعض نے تو صرف یہ وجہ بیان کی کہ وہ ایک فرقہ کو چھوڑ کر دوسرے فرقہ میں شامل ہوگئے ہیں مگر اکثر نے اور ہی وجہ بیان کی۔ ایک بڑی تعداد نے یہ جواب دیا کہ "ہمارا کوئی مذہب نہیں" یا یہ کہ ہماری غیر حاضری کی وجہ یہ ہے کہ "ہم اپنا

ایک ذاتی مذہب رکھتے ہیں۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ ہم کسی گرجے کے ممبر نہیں ہیں۔ بعض کے جواب استہزاء کے رنگ میں تھے مثلاً یہ کہ "باقاعدہ حاضر ہونے میں ایک قسم کا ریا پایا جاتا ہے"۔ "مجھے گرجا جانے کی بالکل عادت نہیں رہی"۔ "گرجا جانے کی نسبت مجھے ٹینس کھیلنے سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے"۔ "میں ایک بے چین دل کا شکار نہیں ہوں"۔ "گرجا کی عبادت سے انسان تھک جاتا ہے"۔ "گرجا کی عبادت کیلیے مناسب وقت مقرر نہیں"۔ دوسری قسم کے جواب وہ ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجیب گرجا جانے کو صرف ایک دل لگی سمجھتے ہیں۔ ایک لکھتا ہے۔ "کسی مذہب کے گرجا اور اس کی تعلیم میرے لیئے دلچسپی کا موجب نہیں ہیں"۔ "اب مجھے اس قدر دلچسپی پیدا نہیں ہوتی جتنی کہ پانچ سال قبل ہوتی تھی"۔ "گرجا کے اصول اور عبادات میرے دل پر کوئی اثر نہیں کرتے"۔ "گرجا میں کوئی ایسی کارروائی یا تقریر نہیں کی جاتی جس سے میرے دل میں کوئی دلچسپی پیدا ہو"۔ "پادری صاحب کا وعظ اور انکے مسائل میرے لیئے کسی دل لگی کا موجب نہیں ہوتے"۔ "پادری ادنیٰ درجہ کے لوگ ہیں"۔ "پادری کے برخلاف میرے دل میں تعصب ہے"۔ تیسری قسم کے جواب وہ ہیں جنہیں دلائل سے کام لیا گیا ہے اور بعض انہیں سے حقارت سے بھرے ہوئے ہیں۔ مثلاً "گرجا جانا ضروریات زندگی میں سے نہیں ہے"۔ "آیندہ کی زندگی یا خدا کے وجود سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں"۔ "تمام گرجاؤں کی بنا غلطیوں پر ہے"۔ "جب ایتوار کی عبادت ایک اوسط درجے کے آدمی کے لیئے مفید ہوگی تو میں بھی حاضر ہوا کرونگا"۔ "گرجا کی قابلیت یا خوبی پر اب مجھے بہت کم اعتقاد ہے"۔

اخبار مذکور لکھتا ہے کہ یہ جوابات خاص وجوہ سے زیادہ تر قابل توجہ ہیں۔ اوّل انہیں کسی خاص یا مقامی گرجے کا ذکر نہیں بلکہ عام طور پر ہر ایک قسم کے گرجوں سے نفرت ظاہر کی گئی ہے یہ جوابات ملک کے مختلف حصوں سے بھیجے گئے۔ دوم۔ ان جوابات میں کوئی بناوٹ نہیں پائی جاتی ہے بلکہ جواب دینے والوں کے اندرونی خیالات کا صحیح صحیح نقشہ پیش کرتے ہیں۔ سوم۔ یہ جاہل لوگوں کے جواب نہیں ہیں اور نہ ہی نوجوانوں کے جواب ہیں بلکہ تعلیم یافتہ اور اچھی عمر والے لوگوں کے خیالات ہیں۔ بہت سے انہیں سے ایسے لوگ ہیں جو اہل و عیال رکھتے ہیں۔ چہارم۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو قوم میں ایک حیثیت اور عزت رکھتے ہیں۔ اور اہل الرائے لوگوں میں سے ہیں۔